رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۰۶۷

ڈٹھا نور محمدی ڈٹھا نبی رسول ؐ نانک قدرت دیکھ کر خودی گئی سب بھول

یہدی اللہ لنورہ من یشآء

نور

ایڈیشن ۔ یکم چیتر ۱۹۷۲ بکرمی مطابق ۲۵ / مارچ ۱۹۱۶ء (اخبار)

۱۱ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

مورخہ ۱۱ ... ۱۹۱۶ء

۹۶

مقاصد

(۱) اسلام کی خوبیوں اور اسکی برکات کا ذکر کرنا اور دیگر مذاہب پر اس کی فضیلت بیان کرنا! (۲) آریوں اور عیسائیوں سے اسلام کو بچانا (۳) الزامات کی گرد و غبار کو اسلام کے منور چہرہ سے بدلایل عقلی و نقلی دور کرنا۔ (۴) تاج برطانیہ کی خیر خواہی سکھ قوم میں باوا نانک جی کی تعلیم کا پرچار کرنا"

ضوابط

(۱) یہ پرچہ ہر مہینے میں دو دفعہ شایع ہوتا ہے (۲) عام قیمت سالانہ عہ ششماہی عہ واعظین اور طلبا سے ایک روپیہ پیشگی (۳) امرا عظام سے امتیازی قیمت (صہ) سالانہ جو کچھ عطا کریں وہ عطیہ تصور ہوگا۔ اور ایسے حضرات کے اسماء گرامی سرپرستان اخبار کی فہرست میں درج ہوں گے۔

نمبر ۱۱ | اڈیٹر شیخ محمد یوسف (نو مسلم) سابق سورن سنگھ کمار و دوان ۔ | جلد ۲

ایک ماہ کے لئے خاص رعایت

مندرجہ ذیل کتابیں جو پوری قیمتوں پر بھی دھڑا دھڑ فروخت ہو رہی ہیں۔ ناظرین اخبار ہذا کو ایک ماہ کے لئے خاص رعایت سے دی جاوینگی۔ مطلوبہ کتب جلد منگوا لیئے۔ اور اپنے دوست احباب کو بھی اس رعایت سے مطلع فرما دیجئے۔ ورنہ کتابوں کے ختم ہو جانے یا میعاد گذر جانے کے بعد افسوس کرنا پڑے گا۔

KHILAFAT LIBRARY

قابل دید ناول

بوستان خیال	عمہ	۶ر
وہ عورت جسنے کر کے دکھایا	۱۲ر	۳ر
سامی المرد و حسن فرنگ	عمہ	۸ر
فاتحہ بنگال	عمہ	۶ر
من موہنی	۱۲ر	۳ر
تیز چاقو	۶ر	۲ر

فوٹو کی عاشق	۶ر	۳ر
انجام معصیت	۱۲ر	۳ر
ایشیائی شاعری	عمہ	۶ر
لکشمی	عمہ	۶ر
منصورہ موہنا مصنفہ شرر	۸؎	۵ر
حسن انجلینا "	۸؎	۵ر
ملک العزیز ورجنا "	۸؎	۵ر
بدر النساء "	۶ر	۱ر

فردوس بریں	عہ	۸ر
دلکش ہر دو حصہ	عہ	۶ر
پریم کلا	۱۴ر	۷ر
شمع سحر	۱۲ر	۶ر
سرخ حرف	۸ر	۳ر
مہر النسا	عہ	۴ر
زیاد و حلاوہ	۸؎	۱۰ر
انسپکٹر جنرل	۶ر	۱۰ر

خود کشی	۸ر	۱ر
پیسہ کا غلام	عمہ	۵ر
مسٹریز آف لاہور	۸؎	عہ
دو جورو کا شوہر	۸ر	۳ر
ارمان دل	عمہ	۶ر
دکھیا لڑکیاں	عہ	۴ر
کاٹھ کا الو	عمہ	۶ر
پشیمانی	۱۰ر	۸ر
تصویر حسرت	۱۲ر	۶ر
" غیرت	عہ	۸ر
جادوگر	عہ	۴ر
ثمرہ نیکی	۸؎	۸ر
جمیل و شکیلہ	۱۴ر	۱۳ر
ایم۔ اے بنا کے کیوں میری مٹی خراب کی	۸؎	عہ
چنچل کماری	۸ر	۲ر
حسن اتفاق	۸ر	۳ر

گیتی آرا		۴ر
چندر لکھی	۸ر	۱۲ر
مہر جبیا	۸ر	۳ر
ثمرہ دیانت	عمہ	۶ر
عشق دلفریب	۶ر	۲ر
نئی نویلی	۸ر	۲ر
دلچسپ ہر دو حصہ	عہ	۶ر
سونے کی چڑیا	عہ	۶ر

تاریخی کتب

سوانحعمری ملک معظم قیصر ہند	۸ر	۲ر
" حضرت محمد صاحب		۵ر
" سرسید احمد	۵ر	۴ر
" ملا دو پیازہ	۴ر	۱ر
" تانتیا بھیل	عہ	۴ر
" راجہ بیربر	۴ر	۱ر
" بدھ دیو	عمہ	۸ر

سوانحعمری حاتم طائی	۴ر	۱ر
مہا بھارت کلاں	[illegible]	[illegible]
" " خورد	عہ	عمہ
ٹاڈ راجستھان	[illegible]	[illegible]
رامائن بالمیکی	[illegible]	[illegible]
نور جہاں و جہانگیر	۸ر	۲ر
حیات اورنگ زیب	۱۲ر	۳ر
حیات حیدر	۸ر	۲ر
" دوست محمد خاں	۸ر	۲ر
" امام ابو یوسف	۳ر	۱ر
" ابن جوزی	۳ر	۱ر
" ابن سیرین	۳ر	۱ر
" ابو اسحٰق شیرازی	۳ر	۱ر
" ابن صائغ اندلسی	۳ر	۱ر
" ابو حیان غرناطی	۳ر	۱ر
" امام اعظم	۵ر	۱ر
" مجنوں	۳ر	۱ر

درخواست میں اخبار کا حوالہ ضرور دیں۔ محصول بذمہ خریدار ہوگا۔

ملنے کا پتہ :- دیوان چند مالک کتب خانہ ٹی۔ سی۔ گجراتی اندرون لوہاری دروازہ لاہور

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر شیخ محمد یوسف کیلئے قادیان سے شایع ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کا نظارہ

بعض متعصّب لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے دنیا میں ہر طرح سے شانتی کا راجیہ تھا۔ لوگ توحید سے نا آشنا نہ تھے۔ اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں آکر کوئی انوکھا کام نہیں کیا۔ مگر ایسے متعصّب لوگ سخت غلطی اور ہٹ دھرمی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اگر وہ بے تعصّب ہوکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے دنیا کے حالات پر ایک نظر ڈالیں تو انہیں معلوم ہو جائیگا کہ لوگ کسطرح صراط مستقیم سے منحرف ہو کر فسق وفجور کے طوفان میں ڈوبے ہوئے تھے۔ دنیا کے حالات پکار پکار کر اس بات کی "دوہائی" دے رہے تھے۔ کہ کوئی مرد خدا ایسا پیدا ہو جو دنیا کو اس تیرہ و تار گڑھے سے نکالکر روشنی میں لائے۔ تاکہ لوگ اپنے آپ کو دیکھ لیویں۔ کہ وہ پاپوں میں کس قدر ڈوب چکے ہیں"۔

ہندوستان کے حالات

اگر ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہندوستان پر نظر ڈالیں تو ہم اس خطّے پر پاپوں کے سیاہ گھٹا ٹوپ بادل چھائے ہوئے پاتے ہیں۔ ساکنان ہند اس تیزی سے وام مارگ فسق وفجور کے تند طوفان میں بہے جا رہے تھے۔ کہ آجکل ان حالات کو پڑھکر ہی لوگ کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں۔ اُس زمانہ کے لوگوں کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ پانچ مکار پر عمل کرنا ہی مُکتی کا لکھیہ یعنے نجات کا اعلےٰ گُر ہے۔ اور ان کے پانچ مکار یہ ہیں۔ مدرا۔ مچھلی۔ مانس۔ متھنا۔ متھن۔

مدرا۔ سے مراد شراب وغیرہ کا استعمال کرنا۔ مچھلی سے مراد مچھلی کھانا۔ مانس سے مراد ہے گوشت وغیرہ کا کھانا۔ متھنا سے مراد ہے جھوٹ کا بولنا۔ اور متھن سے مراد ہے مجامعت وغیرہ یہ لوگ جب شراب پیتے تھے۔ تو سب مرد عورت ملکر پیتے تھے .... ماں، بھین بیٹی اور عورت سے کچھ تمیز نہیں کرتے تھے اگر کوئی زیادہ شراب پی جانیکی وجہ سے قے کرے۔ تو باقی کے سب اس کو آپسمیں ملکر تقسیم کر لیتے۔ اور بڑی عزت کے ساتھ تبرک سمجھ کر کھا جاتے۔ اکثر عورت کی .... پوجا کرتے۔ اور اسی قسم کی بہت سی باتوں میں اپنی نجات سمجھتے"۔

بدھ مذہب

جب بام مارگی مت عین جوبن پر تھا۔ تو انقلاب روزگار سے ایک ہندو شہزادہ بدھ یا گوتم کے دل میں ایک ایسا خیال پیدا ہوا جس نے راج پاٹ کو تیاگ کر درویشانہ زندگی اختیار کی اور وام مارگی مت کو جڑوں سے اکھیڑنا اس نے اپنے مشن کا نصب العین سمجھا۔ بدھ مذہب[۱] والوں کا عقیدہ تھا۔ کہ سرب شونیہ (خلا) ہے یعنے جتنی اشیاء ہیں۔ سب شونیہ ہیں۔ یعنی ابتدا میں نہ تھیں اور آخر کو نہ رہیں گی۔ جسطرح ساخت سے پہلے گھڑا نہ تھا۔ اور پھر ٹوٹنے کے بعد نہیں رہیگا۔ گھڑے کا علم موقع پر ہوتا ہے۔ بعد میں اس کا علم نہیں ہوتا۔ اسی طرح ان دنیوی چیزوں کا حال ہے۔ پھر آگے چلکر بدھ مت کے بھی کئی فرقے تھے جیسے مادھیمک۔ ویبھاشک۔ یوگا چار سوترانتک وغیرہ اگرچہ ان چار گروہوں کے عقاید آپس میں بہت کچھ مختلف تھے۔ مگر اُن کا پرنسپل اصول یہ مسئلہ اعظم ایک ہی تھا۔ وہ یہ کہ اس جگت کے بنانے والا کوئی نہیں۔ نہ تھا نہ ہوگا۔ جگت کسی کا کارن وکارج نہیں"۔ غرضیکہ بدھ مذہب کے چاروں گروہ دہریّت کے رَو میں بہہ رہے تھے۔ ان کے نزدیک خدا یا ایشور کوئی چیز نہ تھا۔ اگرچہ اس مذہب کے عروج سے وام مارگی مت کا بھوت تو کچلا گیا۔ مگر اس کی جگہ دہریّت کی بھیڑوں جتی کو دسنے لگی۔ جسطرح وام مارگی فسق وفجور کا گہوارہ تھا۔ اُسی طرح بدھ مت آلٰہی گیان اور روحانیت سے کوسوں دور پڑا ہوا تھا۔ جہاں وام مارگ نے حرص وہوا کی خواہشات کی سیری کو نجات قرار دیا تھا۔ وہاں بدھ مت نے دنیا کے تیاگ کو مکتی کا اعلےٰ معیار ٹھہرایا تھا۔ بدھ مت نے اگرچہ بہت سی پابندیوں کو اپنے کندھے سے اتار پھینکا تھا۔ مگر اس میں "تیاگ" کی لئے حد سے زیادہ تھی۔ اس لئے وہ مذہب یا ملّت کا شرف حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ دراصل یہ مسلک تجرد[۲] پسند لوگوں کے لئے تھا۔ اور عوام کیلئے یہ کبھی پسندیدگی کا باعث نہیں ہوا۔ اور باوجودیکہ زمانہ اس سے موافق رہا۔ مگر پھر بھی اس کو کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔

[۲] یہ عیسائی مذہب کی علامت

KHILAFAT LIBRARY

برہمنی مذہب

جب مسلک بدھ کا استیصال ہندوستان سے ہو گیا۔ تو اس کی جگہ برہمنی مت نے لی۔ جسطرح بدھ مذہب ایشوریہ گیان سے کوسوں دور تھا۔ اسی طرح برہمنی مت نے بجائے ایک وحدہٗ لاشریک کے پرستش کرنے کے "ہمہ اوست" کا مسئلہ ایجاد کیا۔ جسطرح بدھ مذہب خدا کی ذات سے منکر تھا۔ اسی طرح برہمنی مذہب نے خدا کی پہچان میں ایسی سخت ٹھوکر کھائی۔ کہ اس نے ہر ایک چیز کو خدا ہی سمجھ لیا۔ یعنے دنیا میں جو چیز نظر آرہی ہے۔ برہمنی مت کے نزدیک سب خدا ہی تھے۔ اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ یہ سب مذاہب اپنی راستی کی دلیل ویدوں سے لاتے تھے۔ گویا ویدوں کو ان لوگوں نے موم کی ناک بنا رکھا تھا۔ جطرف چاہا۔ گھما لیا۔ وام مارگی اپنے تمام فسق وفجور کے دلایل ویدوں سے دیتے تھے۔ اسی طرح برہمنی مت بھی "ہمہ اوست" کی سند ویدوں سے لاتے تھے۔ عوام نے اس "ہمہ اوست" کے مسئلہ سے ایسی ٹھوکر کھائی کہ ایک ایک کے گھر میں متعدد بتوں کی پوجا ہونے لگی۔ کیونکہ وہ غلطی سے ہر ایک چیز کو خدا سمجھ رہے تھے۔

[۱] یہ عقیدہ بانئی مذہب کی وفات کے بعد اسکے پیروں نے اختیار کر لیا۔ کیونکہ گوتم بدھ کا مشن الٰہی احکام کی تبلیغ تھی۔

وہ بتوں کی بحیثیت "بت" کے پوجا نہیں کرتے تھے. بلکہ ان کو سروشکتی مان ایشور یعنی (نعوذ باللہ) قادر مطلق خدا سمجھتے تھے۔ اور برہمنی مت کے عہد میں بتوں نے ایسی کثرت حاصل کی کہ تمام ہندوستان میں ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کے بتوں کی پوجا ہونے لگی اور پھر برہمنی مت کے افق پر دوبارہ دام مارگی مت کے سیاہ بادل نظر آنے لگے۔ بت خانے فسق و فجور کے گھر بن گئے۔ عقیدتمند لوگ اپنی اور اپنے خاندان کی اسی میں سعادت سمجھتے تھے...... کی اپنی لڑکیوں کو بتوں کی نذر کردیں۔ اور ان کے لئے زنا عیب نہ تھا۔ محض انہیں کی اجرت پر[1] مندر کے اکثر خدام اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ اور یہ لڑکیاں آفت روزگار تھیں۔ اور صدہا آدمی ان کی زلف گرہ گیر کے گھایل ہوتے تھے۔ اور یہ فسق وفجور کا طریقہ اس قدر ہر دلعزیزی حاصل کر چکا تھا۔ کہ اس کی جڑیں پتال تک پہونچ چکی تھیں۔ دکن میں ابھی تک بھی ایسے مندر پائے جاتے ہیں۔ جہاں مندروں میں ایسی لڑکیاں ہمیں نظر آتی ہیں[2] غرضیکہ فحش اور افعال شنیعہ کو مذہب نے جائز قرار دیا۔ موت اور شہوت کے دیوتا کی پوجا گھر گھر ہونے لگی۔ گویا کہ اُس عہد میں مذہب نے تین جامے پہنے۔ دام مارگی۔ بدھ۔ برہمنی مذہب۔ مگر معرفت تامہ سے تینوں ہی کوسوں دور تھے۔ اب بالطبع ایک دانا آدمی کا خیال اس طرف جاتا ہے۔ کہ یہ تینوں مذہب معرفت تامہ سے کیوں کورے رہے۔ ان میں الہی گیان نے کیوں اثر نہ کیا۔ اس کا جواب صاف ہے کہ ان تینوں متوں نے ویدوں سے اپنے عقاید کو اخذ کیا۔ اگر ویدوں میں اشارۃً بھی توحید کا ذکر ہوتا تو یہ مذاہب ایسی خطرناک ٹھوکر نہ کھاتے۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اگر ویدوں میں الہی گیان کا حصہ ہوتا۔ تو ضروری تھا کہ ان مذاہب والوں پر اس کا کچھ اثر ہوتا۔ مگر بجائے اس کے کہ وید اُن لوگوں کی رہنمائی کرتا۔ الٹا ان لوگوں نے وید کو موم کی ناک بنالیا۔ اگر وام مارگی اپنے فسق و فجور کو جائز قرار دینے کیلئے ویدوں کے حوالے پیش کرتے ہیں تو دوسری طرف "ہمہ اوست" بھی اپنے دلایل کی شہادتیں ویدوں سے لاتا ہے۔ اس پر کچھ زیادہ حاشیہ چڑھانے کی ضرورت نہیں ایک چھوٹا بچہ بھی۔ اس بات کو بخوبی معلوم کرسکتا ہے۔ کہ ویدوں کی عبارت کیسی ذومعنی ہوگی۔ جس سے لوگوں کو ایسی ٹھوکر لگی۔ اس کے

دو آریوں کی گواہی

متعلق میں دو کٹر آریہ مہاشوں کی گواہی پر ہی اکتفا کرتا ہوں اور اسکا انصاف ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔ وید کے حامی زمانہ حال کے مترجم بابو پیارے لعل صاحب زمیندار روہٹا فرماتے ہیں۔ کہ ویدوں کی زبان ایسی دقیق ذومعنی اور پیچدار ہے۔ کہ ایک ہی عبارت کے مختلف مطالب کے بیس معنے لگا سکتے ہیں۔ پس جب یہ حال ہے تو ہم بیچارے دام مارگیوں یا برہمنی مت والوں کو کیا دوش دیں۔ کیونکہ وید کی عبارت نہ تو کسی خاص امر کے لئے نص ہوسکتی ہے اور نہ ہی سلیس اور فصیح و بلیغ قرار دی جاتی ہے۔ اسلئے کہ فصیح اور بلیغ زبان وہ ہوتی ہے۔ جو اپنے مطلب کو صاف صاف اور واضح طور سے ظاہر کردے۔ اور جو عبارت اپنا مطلب ہی صاف طور سے بیان نہیں کرسکتی اور موم کی ناک کی طرح جطرف چاہیں گھماتے پھریں۔ وہ فصیح اور بلیغ کیسے ہوسکتی ہے منشی گھنیا لال صاحب الکھہ دھاری کا بھی یہی مقولہ ہے کہ پرانے رکھیشروں نے وید کی عبارت کو بطور چیستاں بنایا ہے۔ جس کے معنے ہر ایک انسان اپنے حسب منشا بنا سکتا ہے پس بابو پیارے لال اور منشی گھنیا لال صاحب الکھہ دھاری، دو اس بات کے کافی گواہ ہیں؟ کہ وید فصاحت وبلاغت سے بالکل خالی ہے۔ اور کہ سیدھے طور پر اپنا مطلب ہرگز بیان نہیں کر سکتا۔

KHILAFAT LIBRARY

اُس وقت کی تمدنی حالت

اس وقت جسطرح مذہبی دنیا کے مطلع پر گھٹاٹوپ بادل چھائے ہوئے تھے۔ اگر ایک گروہ خدا کی ہستی سے بالکل انکاری تھا۔ تو دوسرا گروہ "ہمہ اوست" کی غلط فہمی میں پڑ کر مکھی اور چیونٹی تک کو خدا مانے ہوئے تھا اور تیسرا گروہ تمام فسق و فجور کو نجات کا ذریعہ قرار دیکر مخلوق کو ہلاکت کے گڑھے میں لے جا رہا تھا۔ غرضکہ اس وقت مذہبی دنیا کی قابل رحم حالت ایسی درگت اور دروشا کو پہونچی ہوئی تھی۔ کہ جسکا تصور کرتے ہی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ مگر تمدنی حالت اس سے بھی کئی درجہ گئی گذری تھی۔

اُس وقت کے لوگ عورتوں کو کس نگاہ سے دیکھتے تھے!

مہذب دنیا نے مستورات کا جو درجہ تسلیم کیا ہے وہ کسی اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ دین الحق تو عورت کو "ایمان" کے درجہ پر دیکھتا ہے۔ یعنی عورت انسان کا ایمان ہے۔ بغیر عورت انسانی بیڑہ ڈانواں ڈول رہتا ہے۔ اور مجرد آدمی بطال ہوتا ہے۔ (اس کا ذکر ہم انشاءاللہ العزیز آیندہ نمبروں میں برکات اسلام کے ضمن میں کریں گے) مگر اُن ایام میں مستورات کی حالت سخت دروشا اور درگت کو پہونچی ہوئی تھی۔ بڑے بڑے امیر الامرا تھے کہ راجوں مہاراجوں تک کی عورت پانچ خاوند کی بیوی ہوتی تھی۔ اب جب بادشاہوں کی ایسی حالت ہو تو رعایا کے خیالات کا اندازہ لگالو۔ "یتھا راجہ تتھا پرجہ" ایک مسلم شدہ امر ہے۔ عورتوں کو جوئے اور کشتیوں میں ہار دینا ایک معمولی بات سمجھا جاتا تھا۔ پھر اسوقت کے ویدوں کے سب سے بڑے فلاسفر اور ہندو دھرم مقنن کی تصنیف یعنی منوشاستر میں جب ہم عورتوں

---

[1] ملاحظہ ہو ہنٹر صاحب کی تاریخ بنگالہ و تاریخ سندھ صفحہ ۲۲۹ اور اسپرٹ آف اسلام صفحہ ۱۳

[2] پہاڑ میں ابھی تک فاحشہ عورتوں کو رام جنی کہا جاتا ہے۔

نسبت اُن کی اپنی قلم سے یہ لکھا ہوُا پاتے ہیں۔ تو ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ اس وقت کے لوگ جب بقول ہمارے آریہ دوستوں کے یہ ہندوستان بڑے اوج و موج پر تھا تو ان لوگوں نے عورت کو کیا سمجھ رکھا تھا۔ بہر حال منوجی مہاراج فرماتے ہیں۔ منو باب ۹ شلوک ۱۹ میں لکھا ہے "بدفعلی کرنا عورتوں کی عادت ہے" یہ وید میں پہلے لکھا ہے۔ پھر باب ۹ شلوک ۱۹ میں لکھا ہے "خواہ عورت نیک تدبیر سے محفوظ ہو۔ تاہم اپنی بداطواری تلون مزاجی اور بیوفائی سے شوہر کو رنجیدہ رکھتی ہے" پھر منو باب ۹ شلوک ۱۸ میں لکھا ہے "عورتوں کی کریا منتروں سے نہیں ہوتی۔ یہ دھرم میں داخل ہے۔ اندری اور منتر ان دونوں سے عورت علیحدہ ہے۔ دروغ کی مانند نہ مبارک ہے۔ یہ شاستر کا حکم ہے" پھر منو باب ۹ شلوک ۷۴ میں لکھا ہے "اہل مطلب سفر کرنے سے پہلے عورت کے کھانے پینے کا انتظام کر دے تب پردیش کو جاوے۔ کیونکہ بھوک کی شدت سے حیادار عورت بھی دوسرے مرد کی خواہش کرے گی" پھر دیکھو منو باب ۹ شلوک ۷۔ حکم کرکے اچھے آدمی سے عورت گھر میں محفوظ ہو۔ مگر پھر بھی محفوظ نہیں رہتی" پھر اور دیکھئے۔ باب ۹ شلوک ۱۴۔ عورتیں صورت و عمر کو نہیں دیکھتیں۔ خوبصورت ہو یا بدصورت مرد ہو۔ اسی سے بھوگ کرتی ہیں۔ پھر دیکھو منو باب ۹ شلوک ۲۔ لڑکپن میں باپ اور جوانی میں شوہر۔ اور بڑھاپے میں بیٹا عورتوں کی حفاظت کرے۔ کیونکہ عورتیں کسی حالت میں بھی اعتبار کے لایق نہیں۔

آہ! افسوس ہندو جاتی نے مستورات سے کیسا برتاؤ رکھا۔ منو کے ان شلوکوں کو پڑھ کر وہ کونسا انسان ہے۔ جو فرط حیرت میں ڈوب نہیں جاتا۔ مگر در اصل بات یہ ہے کہ ایرانی اور ترک اور ہندی قوموں نے عورت کو نہایت ہی حقیر غلام اور قابل نفرت سمجھا ہے ان قوموں کے اصول میں داخل تھا۔ کہ عورت کسی وقت بھی قابل اعتبار نہیں ہوتی۔ اس بات کو نہایت صفائی سے سمجھنے کے لئے۔ فارسی زبان کی اُن مکروہ اشعار کو پڑھو۔ جن میں عورتوں کو سخت مکروہ ناموں اور مذموم صفتوں سے یاد کیا گیا ہے فارسی میں ایک مثل مشہور ہے۔ کہ جسکا نام زن ہے وہ گردن زدنی چیز کبھی بھروسے کے لایق نہیں ہوتی انہیں آتش پرستوں کے باپ یا بیٹے یا بھائی آریہ قومیں ہیں۔ ضروری تھا کہ ان کے نزدیک بھی خدا تعالیٰ کی وہ مخلوق جو مرد کیلئے بہترین شریک اور مونس بنائی گئی ہے۔ ذلیل اور حقیر ٹھیرتی۔ حقوق نسوان کا یہ معیار ایک حق پسند کیلئے واقعی قابل غور ہے

اُس وقت کے لوگ اچھوت قوموں کو کس نگاہ سے دیکھتے تھے

(آج بعض یاران وطن)

جو محض پولیٹیکل حقوق حاصل کرنیکے لئے اچھوت قوموں کو اپنا گوشت اور پوست پکار پکار کر عوام الناس کو دھوکے میں ڈال رہے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ان کے بزرگ اس مخلوق کو کس نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور ویدک دھرم کی تہذیب بنی نوع انسان کیساتھ کس برتاؤ کے تقاضا کرنیکا معیار مقرر کرتی تھی۔ تو ہمیں نہایت افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ ویدک دھرم کے پیرو اپنے سے نچلے طبقہ کو ایسے سلوک کا مستحق ٹھہراتے تھے۔ جو انسان اد نے حیوانوں اور ذلیل ترین مخلوق سے روا رکھتا ہے۔ چنانچہ ویدک دھرم کے بے نظیر رکن اور ہندو دھرم کے عالم بے بدل منوجی مہاراج فرماتے ہیں:۔

اچھوت قوم کو عقل نہ سکھاؤ یگ سے بچا ہوا کھانا نہ دو۔ اور اسے دھرم کا اپدیش نہ کرو۔ (منو الف ۴ شلوک ۱۰)

پاؤں سے پیدا شدہ اچھوت قوم کا فرد اگر برہمن چھتری یا ویش سے کچھ الفاظ بولے تو بادشاہ اسکی زبان نکلوا دے (منو الف ۸ شلوک ۱۰)۔

اگر اچھوت جاتی کا آدمی پوتر ذات والوں کے لوگوں کے نام لیکر سختی سے بلاوے۔ تو اس کے مُنہ میں دس انگشت لمبے لوہے کی جلتی بلتی سلاخ ٹھونسنی چاہیئے۔ اور اگر اچھوت جاتی کا آدمی گھمنڈ کرکے برہمن کو دھرم کا اوپدیش کرے تو راجہ اس کے منہ اور کانوں میں جلتا بلتا تیل ڈال دے۔ (منو الف ۸ شلوک ۲۷۱ و ۲۷۲)

KHILAFAT LIBRARY

اچھوت جاتی کا آدمی اپنے جس جس عضو کے ساتھ اعلےٰ ذاتوں کو تاڑنا کرے اسکا وہی وہی عضو کٹوا دینا چاہیئے" (منو الف ۸ شلوک ۲۷۹) باوجود صاحب توفیق ہونے کے بھی اچھوت قوم کا آدمی مال جمع نہ کرے کیونکہ اچھوت قوم کا آدمی دولتمند ہو کر برہمنوں کو دُکھ دینا شروع کر دیتا ہے (منو الف ۱۰ شلوک ۱۲۹)

اگر اچھوت جاتی کا آدمی دھرم کے کام کرے تو راجہ اس کو قتل کرا دے۔ (انتر سنسر نتا)

یہ ہیں "اہنسا پرمو دھرما" کے مدعیوں کے نرم دلوں کے نمونے۔ اُور تو اُور اچھوت جاتی کا آدمی باوجود صاحب توفیق ہونیکے بھی دولت جمع نہ کرے۔ اور دھرم کے کاموں کے نزدیک تک نہ پھٹکے۔ اور اگر باز نہ رہے تو اُسے دار پر کھینچا جائے اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اُن دنوں کیسا دھندو کارہ مچا ہوُا ہوگا۔ جو انسان اپنی نوع کو ایسی نگاہوں سے دیکھتا تھا۔ اور اُن سے بُرے بُرے سلوک روا رکھتا تھا۔ مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ آج دوست محض پولیٹیکل مفاد کی غرض سے ان لوگوں کو اپنے گوشت کا پوست ظاہر کر رہے ہیں کیا کوئی کبھی اپنے گوشت کے پوست کے مُنہ میں دس انگلی جلتی بلتی لوہے کی سلاخ بھی ٹھونسا کرتا ہے؟ کیا کوئی کبھی اپنے گوشت کے پوست کے اعضاء بھی کاٹا کرتا ہے۔ کیا کوئی کبھی اپنے گوشت کے پوست کو بھوکا مرتے

دیکھکر خوش ہوا کرتا ہے۔ کیا کوئی کبھی اپنے گوشت کے پوست کو نیک کام کرتے دیکھ کر پھانسی پر لٹکایا کرتا ہے؟ پھر آج ان لوگوں کا انہیں گوشت کا پوست بتلانا یہ ہاتھی کے دانت نہیں تو اور کیا ہے۔ بہرحال ہمنے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ہندوستان کی قبل کیحالت کو مختصر طور سے آپ لوگوں کے سامنے رکھ دیا ہے۔ اب آپ خود ہی اندازہ لگا لیں۔ کہ اس وقت کے لوگ کہانتک روحانی زندگی اپنے اندر رکھتے تھے۔ ہم اگلے نمبروں میں انشاء اللہ تعالے آں حضرت کی بعثت سے پہلے کی ایران عرب وغیرہ ممالک کی حالت بھی بتلاویں گے۔ اور اس کے بعد اسلامی برکات کا ذکر کریں گے لامحالہ ہمارے دوست اس سلسلہ مضامین کو نہایت غور سے پڑہیں گے۔ بلکہ اپنے دیگر احباب اکرام کو بھی پڑہنے کی ترغیب دیں گے"۔

KHILAFAT LIBRARY

نوٹ۔ نکات۔ رائیں

لالہ بانکی دیال اور اُسکی نامعقول چال

لالہ بانکی دیال پھر سکھوں کو کوستا ہوا لکھتا ہے۔ کہ "راولپنڈی میں بھائی تیجا سنگھ نے بتقریب جنم دن گورو گوبند سنگھ جی مہاراج ایک نہائت شرانگیز لیکچر دیا" وہ شرانگیز لیکچر کیا تھا؟ جسکے لئے لالہ بانکی دیال لیکچرار کی شرانگیزی ظاہر کرتے ہیں۔ کہ لیکچرار نے کہا کہ "سکھ ہندو نہیں" دیکھئے آریہ مہاشوں کا معمولی طرز تحریر کا لہجہ بھی کسقدر بلند پایہ کو پہنچا ہوا ہے۔ اگر لیکچرار نے یہ کہا کہ "سکھ ہندو نہیں" تو لالہ جی کو چاہیئے تھا۔ کہ انکی مذہبی پستکوں سے انہیں قایل کرتے۔ کہ تم تو ہندو ہو۔ نہ یہ کہ اندھا دھند شرانگیز اور نامعقول الفاظ کی بھرمار شروع کر دی جاتی۔ مہاشہ بانکی دیال کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ "سکھ آپ لوگوں کی چالوں کو خوب پہچانتے ہیں۔ رشی دیانند نے جن الفاظ سے باوا نانک رحمتہ اللہ علیہ کو یاد کیا ہے۔ اور لائل پور کے ایک بھرے جلسہ میں ایک آریہ لیڈر نے سکھوں کو جن الفاظ سے مخاطب کیا۔ اور پھر جالندھر میں جس سپرٹ کو لیکر سکھوں کے کیش نیلام کر کے خواہ مخواہ ان کے فیلنگز کو صدمہ پہونچایا گیا۔ اس کی ایک دنیا شاہد ہے۔ یہ ایسی باتیں نہیں۔ جو سکھوں کے لوح دل سے مٹ سکیں۔

سنگھ سبھا لائل پور اور ہندو کانفرنس کا پردہان

(۱) یہہ سنگھ سبھا باوا گوربخش سنگھ بیدی کی اس کارروائی پر افسوس ظاہر کرتی ہے۔ جو انہوں نے ملتان میں ہندو کانفرنس کا پریذیڈنٹ بنکر محض سکھ دہرم کے مخالف ہندو فرقہ کو خوش کرنے کے لئے گرنتھ صاحب کے ارتھوں کو اولٹ پلٹ ظاہر کیا (۲) یہ سنگھ سبھا باواجی کے اس دعوے کو جھوٹھ سمجھتی ہے جو انہوں نے ہندو سبھا میں یہ ظاہر کیا کہ وہ سکھوں کے گورو ہیں۔ اور باواجی کو سکھ دہرم کے مخالف ہندو لوگوں کے ہاتھوں میں کھیلتا ہوا دیکھ کر بہت افسوس ظاہر کرتی ہے اور آخیر پر یہ سبھا خدا کے حضور دست بدعا ہے کہ خداوند تعالے! باواجی کو گرنتھ صاحب کے حقیقی معنے سمجھنے کی توفیق عطا فرماوے"۔

گنگا گئی تو گنگارام اور جمنا گئی تو جمنی داس

رشی دیانند جی اوپدیش منجری کے ۱۳ صفحہ پر لکھتے ہیں کہ ہندو کا لفظ دراصل حقارت کیلئے مسلمانوں نے ہمارے لئے تجویز کیا ہے۔ اس لئے ہمیں یہ لفظ کبھی منظور نہیں کرنا چاہیئے۔ اور ہم ہندو نہیں آریہ ہیں۔ اور بجائے ہندو کے ہمیں آریہ لفظ کا استعمال کرنا چاہیئے۔ مگر اس پر رشی دیانند جیکی ہر ایک بات پر آمنا اور صدقنا کہکر پانیکی جگہ خون بہانیوالا پرکاش کا ایڈیٹر اپنے آریہ بھائیوں کو اصلاح دیتا ہے "کہ اُس وقت جبکہ آریہ یا ہندو جاتی کے ٹکڑے کرنے کی کوشش چاروں طرف سے جاری ہے کیا یہ مناسب ہے؟ کہ ہم اپنے تئیں بجائے ہندو کے آریہ لکھواکر ہندو جاتی کی تعداد کو کم کرنے میں مدد دیں[1]۔ .... ہمارے دہرم میں بھید ہے لیکن پولٹیکل اور سوشل معاملات میں ہمارے خیالات وہی ہیں۔ کہ جو ہندوؤں کے ہیں"۔ یعنی سوشل اور پولٹیکل پہلو کو لیکر ہم ہندو ہیں۔ مگر اب سوال یہ ہے۔ کہ اگر عیسائی یا مسلمان مت کے سوشل اور پولٹیکل خیالات ہندوؤں سے ملتے جلتے نظر آئیں۔ تو کیا ہمارا ہمعصر اپنے ناظرین کو ہندو لکھانیکی اجازت دیگا۔ یا مسلمان کی کیونکہ ہندو لفظ تو بقول رشی دیانند کے حقارت کا لفظ غلام یا شودر کا مترادف ہے۔ مگر مسلمان لفظ کا تو یہ مفہوم نہیں۔ مسلمان کا لفظ بہرحال بقول رشی دیانند کے ہندو لفظ سے افضل ہے۔ آہ! وہ لوگ جو دنیاوی خواہشات کیلئے اپنے گورو کے حکم کی بہی پرواہ نہ کریں تو عقلمند انسان نہائت آسانی سے اس نیتجہ پر پہونچ سکتا ہے کہ ان لوگوں کا دہرم کیا ہے گورو کا حکم یا ملکی ترقی"۔

مُسلم یونیورسٹی اور ہندو صاحبان

مہاشہ "ہندوستان" لکھتا ہے کہ چندروز تک اہل اسلام گروہ کے گروہ شہر بشہر پھر کر مجوزہ اسلامی یونیورسٹی کیلئے چندہ جمع کریں گے۔ کیونکہ ہندو قوم بھولی بھالی ہے۔ اور حال ہی میں مسلمانوں نے فرضی صلح کا پیغام بھی بھیجا ہے۔ اس لئے ہندوستان کے ذریعہ اپنے تمام ہندو بھائیوں کو خبردار کرتا ہوں کہ وہ اسلامی یونیورسٹی کو چندہ دینے سے پہلے اچھی طرح غور کرلیں کہ ان کی اپنی کسقدر ضروریتیں ہیں پہلے اپنی قوم کو ابھاریں۔ خدا جانے مسلمان ہندو برادروں سے روپیہ مانگتے یا نہ مانگتے۔ مگر مہاشہ ہندوستان کی پیشبندی سے یہ ضرور ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ہندو و

---

[1] پرکاش کی سابقہ رائے ہندو قوم کے بارہ میں ملاحظہ ہو۔ ہم جانتے ہیں کہ ہندوؤں کی یہ گیدڑ بھبکیاں ہیں اور بس۔ کیونکہ ہندو جاتی ایک مردہ جاتی ہے ہم تو سمجھتے ہیں کہ وہ دن آریہ سماج کیلئے مبارک ہوگا جبکہ ہندو انکو اپنے سے علیحدہ کر دینگے (پرکاش ۶ رمئی ۱۹۰۸ء صفحہ ۷ کالم اول) مگر اب زمانہ کی نیرنگی دیکھئے یا پرکاش کا... معلوم ہوتا ہے کہ اب آریہ سماج کا ہندو قوم سے علیحدہ ہونا اب تک چاہیے اور اب آریہ سماج ہندوؤں سے علیحدہ ہونا اپنی موت خیال کرتی ہے (ایڈیٹر)

مسلمانوں کے درمیان صلح کرانیکے لئے آپ کے دل میں کسقدر وسعت ہے۔ صرف یہی نہیں۔ ہم ہندوستان کی ہر اشاعت میں کئی ایسے نوٹ دکھلا سکتے ہیں۔ جن میں مہاشہ جی کی فراخدلی ٹپکتی ہے۔ حالانکہ ہندوستان وہ اخبار ہے۔ جس کے کئی مسلمان بھی خریدار ہیں جتنا مسلمان نزدیک آئے ہیں ہمارے ہندو بھائی اتنا ہی ان سے دور بھاگتے ہیں۔ خدا فضل کرے یہ آثار اچھے نہیں"

مسافر آگرہ اصلی روپ میں

پردہ اٹھ گیا

مسافر آگرہ نے اپنے ایک آریہ دوست کو پرائیویٹ خط لکھا تھا۔ جس کو مہاشہ دہرمپال جی نے بجنسہ اندر بابت ماہ فروری میں چھاپ دیا ہے اس کا کچھ حصہ ہم یہاں درج کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ تاکہ ہمارے ناظرین یہ دیکھ سکیں کہ آریہ لوگوں نے دہرم اور ایمان کو کیا سمجھ رکھا ہے۔ مسافر آگرہ لکھتا ہے کہ نعرہ حیدری حصہ اول میں جو حالات نکلے ہیں۔ وہ بہت زیادہ غلط ہیں۔ .... مضامین جو ان کے نام سے نکلتے رہے ہیں۔ وہ سب ہمارے لکھے ہوئے ہوتے تھے۔ پہلے اس سے برائے نام الٹ پلٹ لکھوا لیتے تھے کہ کل کو وہ اسلام میں جا کر یہ نا کہہ سکے کہ انہوں نے اسلام کے خلاف کچھ نہیں لکھا ہے۔ یہ مصلحت سمجھ کر انکا نام درج کر دیا جاتا تھا"

آہ افسوس! جو حضرات کسی گروہ کے چڑانے کے لئے ایسا جھوٹ اور فریب کر سکتے ہیں۔ پھر ان لوگوں کے ایمان اور دہرم کو اُن سے زیادہ اور کون سمجھ سکتا ہے۔ ہائے دہرم کی آڑ میں یہ پاپ؟ کیا ایمانداری اور دہرم اسبات کو روا رکھتا ہے۔ کہ ہم کسی خاص گروہ کے جلانے کے لئے ایسی سخت ترین کمینہ حرکتوں سے کام لیویں۔ اگر دہرم اور ایمان کا خیال ہوتا! اگر راستی کی پاسداری ہوتی! اگر اس سے بھی بڑھ کر کسی ادنے جلن سے بڑنیکا خیال ہوتا! تو آج آریہ سماج کے ہم ایک ذمہ وار کارکن سے ایسی کمینہ حرکتیں سرزد ہوتے نہ دیکھتے۔ کیا کبھی جھوٹ سے بھی کسی نے فتح حاصل کی ہے حاشا و کلا ہرگز نہیں آخر کار سچ کی جے۔ اور جھوٹ کی شئے ہے بہر حال اس کارروائی سے یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ وہ لوگ جو کسی گروہ کے چڑانے کیلئے جھوٹ اور فریب جیسے اگم پاپوں سے گریز نہ کریں۔ اُن کے ایمان اور دہرم کی حقیقت کو اُن سے زیادہ اور کون جان سکتا ہے؟

دوسرا پردہ بھی اٹھ گیا!

مذکورہ بالا رسالہ میں ہی مہاشہ دہرمپال لکھتے ہیں۔ کہ الہ آباد میں لالہ منشی رام جی کے دفتر میں مسافر آگرہ کا جو خط مجھے پڑھنے کا موقعہ ملا۔ اس میں یہ بھی درج تھا۔ کہ سبتہ دیو عربی اور فارسی مطلق نہیں جانتا۔ مسافر میں جسقدر مضامین اس کے نام سے نکلتے تھے وہ سب ہمارے لکھے ہوئے ہی ہوتے تھے"

اس پر لالہ دہرمپال جی لکھتے ہیں:۔

"کیا جس سوسائٹی میں دہرم کے نام پر اور دہرم کا دم بھر کر دوسروں کو شدہ کرنیکا دعوے کرنیوالے انسان اس قسم کی جعلسازی کر سکتے ہیں۔ اگر ویدک دہرم کا جھنڈا ایسی ہی باتوں سے مکہ اور مدینہ کی دیواروں پر گاڑا جا سکتا ہو۔ اگر ایسے ہی مکاری اور دھوکہ بازی اور دوکانداری سے ویدک دہرم کا پرچار کیا جا سکتا ہے۔ تو اس سے بہتر ہے کہ ہم دوسروں کا شدہار کرنیکی بجائے پہلے اپنے آپ کو درست کریں۔ جب ہم خود ہی اشدہ ہیں۔ تو دوسروں کو کیا شدہ کریں گے۔ اگر سبتہ دیو عربی نہ جانتا تھا۔ تو اُسے مسافر آگرہ نے عالم کیوں ظاہر کیا"

اب ہم مسٹر دہرمپال کو وہ بات جتلاتے ہیں۔ جو اس نے ترک اسلام میں لکھا ہے۔ کہ میں نے اسلام کو اس لئے چھوڑا کہ مسلمانوں کی عملی حالت خراب تھی۔ مگر اب ہم مسٹر دہرمپال سے پوچھتے ہیں۔ کیا آپ نے کبھی کسی ذمہ وار مسلمان کو بھی ایسی جعلسازی اور مکاری کرتے ہوئے دیکھا؟ اب جب بقول آپ کے آریوں کی عملی حالت بھی حد سے زیادہ خراب ہے تو کیا تمہاری ایمان داری اسبات کا تقاضا نہیں کرتی۔ کہ تم نیک عملوں والوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ مہاشہ دہرمپال جی اس بات کو یاد رکھو۔ سانچ کو آنچ نہیں اور جھوٹ سا پاپ نہیں"

تیسرا پردہ بھی اٹھ گیا!

اسی پرچہ میں لالہ دہرمپال جی لکھتے ہیں۔ کہ الہ آباد میں مہاشہ سبتہ دیو جی میرے پاس ہی ٹھہرے تھے۔ میں نے اُن سے سوال کیا۔ کہ آپ بلا کم و کاست اپنی سرگذشت مجھے سنا دیجئے۔ انہوں نے لفظ بلفظ سنادی۔ .... اور کہا کہ میں نے پنڈت بھوجدت سے اپنی چند کمزوریوں کا ذکر کیا تھا۔ کہ میں ایک دفعہ عیسائی ہو گیا تھا۔ اور میں نے اپنی جائے پیدائش غلط بتائی ہے۔ اور میں نے اس کمزوری پر اظہار تاسف کیا تھا۔ .... جسکو سنکر پنڈت بھوجدت جی بولے کہ اب کوئی ایسی ترکیب کرنی چاہیئے کہ جس سے میری اور آپ کی دونوں کی بدنامی نہ ہو۔ بلکہ عزت بڑھ جائے۔ سبتہ دیو نے جواب دیا جیسا آپ ارشاد کریں میں کر دونگا۔ اس پر پنڈت جی نے کئی دن کے بعد سوچ سوچ کر یہ تجویز پیش کی کہ اگر آپ یہ لکھدیں۔ کہ میں پنڈت بھوجدت کے قتل کو آیا تھا۔ تو پنڈت صاحب موصوف ایسے مہاتما اور دہرماتما ثابت ہوئے۔ کہ اُنکی زندگی کو دیکھ کر میری زندگی بھی پلٹ گئی۔ سبتہ دیو نے کہا کہ یہ تو جھوٹ ہے۔ میں ایسا کیسے لکھدوں۔ اور اگر کل کو مسلمانوں نے مجبیر دعوے کر دیا۔ کہ تم ثابت کرو تمکو کس نے قتل کے لئے بھیجا تھا۔ تو میں کیا جواب دونگا اس پر پنڈت بھوجدت نے سوچ سوچکر یہ کہا۔ کہ تم بابیوں کا نام لکھدو۔ کیونکہ بابی تم پر دعوے کرنیکے لئے فارس سے چلکر یہاں آنے سے رہے"

آہ افسوس! دہرم کی آڑ میں کسقدر ادہرم کمایا گیا! ست کا جہاز ڈبو دیا گیا اگم پاپ کھیلا گیا۔ آہ کیا اسی ایمانداری پر یہ غیر مذاہب کے مُنہ آیا کرتے ہیں! آہ! جس مذاہب کے ذمہ وار اشخاص جھوٹ اور فریب کو ایمانداری اور راست گفتاری پر ترجیح دیں۔ جس مذہب کے لوگ نیک شعاری کو مکاری پر اور حق کو

KHILAFAT LIBRARY

جعلسازی پر ترجیح دیں۔ تو اُن سے بھی ہمیں مجبوراً کہنا پڑتا ہے۔ کہ ایسے انسانوں کے دہرم اور ایمان کو انکے پرمیشر کے اور کون جان سکتا ہے۔ اے آریہ سماج کیا ہی اچھا ہوتا اگر تو بجائے دوسروں کو شدھ کرنیکے پہلے اپنے دلوں کو شدھ کرتی!۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر تو دوسرے کے تنکے پر انگشت نمائی کرنیکے پہلے اپنی آنکھ کی کانٹری کو نکالتی۔ تا آج لوگوں کو تمہیں اس بھیانک صورت میں نہ دیکھنا پڑتا۔

چوتھا پردہ بھی اُٹھ گیا

پھر مہاشہ دہرمپال جی لالہ منشی رام کے ستیہ دہرم پرچارک کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔ کہ ڈکی کے بارہ میں انہوں نے پنڈت بھوجدت کا جو خط شملہ میں سوامی ننتیانند جی کے پاس پڑا تھا۔ اس میں کچھ روپیہ کا جھگڑا اُٹھا تھا۔ لیکن ستیادیو کے متعلق بھی جو خط انکے ہاتھ مسافر آگرہ کے دفتر کا لگا ہے۔ اس میں بھی روپیہ ہی کا جھگڑا لکھا ہے۔ اگر پنڈت بھوجدت راضی خوشی ملکر اس بات کا اعلان کر دیتے کہ پریس کے لئے ضمانت کے نام یا شدھی کے نام سے ستیہ دیو کے نام جسقدر روپیہ اُن کے پاس آیا تھا چونکہ اس کی تقسیم میں ہم دونوں میں جھگڑا ہو پڑا ہے۔ اس لئے آج سے ہم "پتی وار" نہیں رہے۔ اور ایک دوسرے سے الگ ہوتے ہیں۔ تو یہ زیادہ دیانت داری کا اعلان ہوتا۔ بہ نسبت اس کے کہ ان میں سے ایک تو آریہ پبلک کو ستیہ دیو کے نام پر دہوکہ دینے کا مرتکب ہوتا اور دوسرا ابابیوں کے سر پر الزام لگا کر اُن غریب مظلوموں کو بدنام کرنا" "نور" ہم آخر کار آریہ سماج کے ممبروں کو یہ نصیحت کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ آپ خدا سے ڈرو۔ جھوٹ اور فریب سے کیوں "مصادقون" کے منہ آتے ہو۔ آخر ہمنے اور آپ نے ایک روز یہاں سے چلنا ہے۔ پھر کیوں خواہی نخواہی بار عصیان اپنے کندھوں پر لادے لیتے ہو۔ آخر نیکوکاری اور راست شعاری ہی کے سر پر نصرت کا سہرہ بلند ہوتا ہے۔

شُدھی کا ڈراپ سین

یہ مسلّم امر ہے۔ کہ وہی کام بڑھتا اور پھیلتا پھولتا ہے۔ کہ جسکی بنیاد نیک اغراض و مقاصد اپنی ساتھ رکھتی ہے۔ مگر وہ کام جسکے ذریعہ سے کسی خاص گروہ کی دلآزاری کے علاوہ اور کچھہ نہ ہو۔ بہلاوہ کام کسطرح کامیابی کا مُنہ دیکھ سکتا ہے۔ بقول حضرت سلیمان علیہ السلام کے نیکوکاری اور نیک شعاری ہی انسانی ترقی کا اصلی راز ہے۔ برخلاف اس کے مکاری اور بدکاری ہی انسان کے گرانے کے لئے اس کا زبردست دشمن ہے۔ شدھ کرتے وقت آریہ سماج نے امیرے غیرے نتھو خیرے کو اسلام کا عالم بے بدل وغیرہ کہہ کر خواہ مخواہ غریب مسلمانوں کا دل دکھایا۔ اور پھر اُن کی شدھیاں ایسے ڈھول ڈھمکے سے کیگئیں۔ کہ گویا پورٹ آرتھر کی فتح کی خوشی منائی جا رہی ہے۔ دراصل یہ تمام ڈھول ڈھمکول اور تمام کرو فر کی تہہ میں مسلمانوں کی دلآزاری مقصود تھی۔ جو آدمی معمولی اردو تک لکھہ نہیں جانتا تھا۔ مگر آریہ سماج نے محض مسلمانوں کے دل دکھانے کے لئے اُسے بغداد کالج کا پروفیسر اور اسلام کا عالم بے بدل کہکر بیچارے لوگوں کے منہ آنا شروع کیا۔ مگر بقول کرشن علیہ السلام کے باطل کی ہستی نہیں اور حق کو فناہ نہیں۔ ان دونوں کا فرق محقق نے دیکھا ہے" سو آج آریہ سماج کی شدھی کا طلسمی قلعہ ٹوٹ گیا۔ اور شدھی کا سب سے بڑا ہمنا کرتا اور روح رواں مسافر آگرہ اپنے پندرہ نومبر ۱۰ء کے پرچہ میں لکھتا ہے۔ کہ اس شدھی سے آریہ سماج کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ آیندہ جو لوگ شدھ ہوں انہیں تین سال تک آریہ سماج پلیٹ فارم پر کھڑے ہونے کی اجازت ہرگز نہ دیجائے۔ (دوم) شدھ ہونیوالا آریہ اور مسلمان کو چاہئیے کہ وہ اپنے مذہب میں شادی کر کے معہ استری آریہ سماج میں پرویش کرے" پھر مہاشہ دہرمپال اپنے پرچہ اندر میں لکھتے ہیں۔ کہ جنوری میں سارودیشک سبھا نے الہ آباد میں ہی آناً فاناً اس بات کو محسوس کر کے کہ شدھی کے نام سے غیر ذمہ وار اصحاب اپنی اپنی دوکانداری چلا کر آریہ پبلک کو دہوکہ دے رہے ہیں۔ اور لوٹ رہے ہیں۔ اور سماج کو بدنام کر رہے ہیں۔ اور اب اس سبھا نے یہ ریزولیوشن پاس کر دیا ہے۔ کہ آیندہ شدھی سبھا کا روپیہ سارودیشک سبھا میں بھیجیں۔ اس ریزولیوشن کے پاس ہونے سے مسافر آگرہ کی چھاتی پر سانپ لوٹتا ہوگا۔ مگر اس میں کسی کا کیا دوش۔ بقول کرشن علیہ السلام باطل کی ہستی نہیں یہ ایک اٹل نیم ہے۔ دہتورہ بوکر انگور کون کہا سکتا ہے۔ بہر حال اب مسافر آگرہ کو سارودیشک سبھا کو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھ کر ے

آ عندلیب ملکے کریں آہ و زاریاں!
تو ہائے گل پکار پکاروں ہوں اے دل!
اپنے دل کو ٹھنڈا کرنا چاہیئے! م

KHILAFAT LIBRARY

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا

"نور" کے ناظرین سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ "نور" نے از روئے گرنتھ صاحب اور سکھ صاحبان کی دیگر مذہبی پستکوں کے حوالوں سے روز روشن کیطرح یہ ثابت کر دیا ہے کہ سکھہ ہرگز ہرگز ہندو نہیں۔ مگر لالہ بانکی دیال نے اپنی ایڑی چوٹی تک زور لگا کر سکھوں کو ہندو ثابت کرنا چاہا ہے۔ اور سکھوں کو ہندو ثابت کرنے کے لئے وہ یہ شلوک پیش کرتا ہے:۔

بل چھٹے بندھن پڑے کچھہ نہ ہوت اپائے
کہو نانک اب اوٹ ہرگج جیوں ہوئے سہائے

مطلب:۔ "طاقت جاتی رہی۔ دنیا کے بندھن پڑ گئے۔ اور اس کا کچھہ علاج نہیں ہو سکتا۔ ایسی بپتا میں خدا ہی ہے۔ جو اپنے بندے کی اسطرح سہائتا کرے جسطرح تیندوے نے پانی میں ہاتھی کو جکڑ لیا تھا۔ مگر خدا نے تیندوے کی پھانس کو توڑ کر ہاتھی آزاد کر دیا اس طرح خدا ہی ہے جو ہمیں اس مصائب سے آزادی دلائے" معلوم نہیں اس شلوک سے سکھوں کا ہندو ہونا کیسے ظاہر ہو گیا۔ کیا ہاتھی کو ہندوؤں کے ساتھ کوئی خاص نسبت ہے۔ یا تیندوے سے۔

اِن اوٹ پٹانگ حیلوں کو دیکھ کر سوائے اس کے لالہ بانٹی دیال کے حق میں اور کیا کہا جائے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ مگر لالہ جی کو یہی چاہیئے۔ کہ وہ آد گرنتھ صاحب کے اس شلوک کو پڑھیں۔ محلہ پہلا یعنی باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کی بانی ہے۔

تینہہ کر رکھے پنج کر ساتھی ناؤ شیطان کٹ جائی
نانک آکھے راہ پر چلنا مال دھن کت کرن بجائی

ترجمہ:۔ وہی لوگ سچے صاحب کی منظور نظر ہیں اور وہی اسے دل سے مقبول ہیں جو اس وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرتے ہیں تیس روزے رکھتے ہیں اور پانچ وقت کی نماز پڑھتے ہیں۔ تاکہ شیطانی وساوس سے محفوظ رہیں۔ اگر تو نماز نہیں پڑھیگا۔ اور روزے نہیں رکھیگا۔ شیطان تیرا نام نیک بندوں سے کاٹ دیگا۔ اب لالہ جی اس شلوک کا اپنی بے ہنگم دلیل سے مقابلہ کریں۔ بہلا ہاتھی اور تیندوے کو ہندوؤں سے کیا نسبت ہے۔ لالہ جی کو ھبنگ کم کر دینی چاہیئے۔

سکھ دہرم اور آریہ سماج

ہم اس جگہ ایک شایع شدہ گورمکھی ہینڈبل کا ترجمہ بغیر کسی قسم کے حاشیہ کے ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ تاکہ ہمارے دوست اس بات کو دیکھ سکیں کہ آریہ مہربانوں کے متعلق صرف ہم ہی اختلاف رائے نہیں رکھتے۔ بلکہ ہمارے سکھ اور سناتنی دوست بھی اُن سے اشد دکھی ہیں۔ جیساکہ ہینڈبل کے ترجمہ سے ظاہر ہے۔ گورمکھی ہینڈبل کا ترجمہ:۔

ہم نے سادھو دیانند سے پریم کیا۔ اپنے معبدوں میں ان کے لیکچر کروائے۔ مگر سادھو جی نے باوا نانک کو جسے کل مذاہب کے لوگ "بالاتفاق" اچھا جانتے ہیں۔ مگر سادھو جی نے انہیں لالچی اور ان پڑھ کے نام سے پکارا۔ ہم نے دیانند کالج اور آریہ سکولوں کے لئے چندے دیئے۔ مگر انہیں سکولوں میں ہمارے جان سے پیارے گورو صاحبان کی نندیا اور ہتک وغیرہ نہایت زور و شور سے کیگئی۔ ہم نے آریہ جلسوں کے لئے روپیہ دیا۔ مگر انہیں جلسوں میں ہمیں .... زادوں کا خطاب دیا گیا۔ ہم نے ان سے محبت کی مگر انہوں نے ہمارے بھائیوں کو گمراہ کر کے ان کے کیش بر سر بازار نیلام کیے۔ اسی طرح .... میسر ج بل میں انہوں نے ہر طرح کے بگھن ڈالے اور پھر اس مردم شماری میں سکھوں کو ہندو لکھانے میں ڈالکر ان کے ستیاناش کرنیکی کوشش کرنی وغیرہ یہ باتیں اظہر من الشمس ہیں۔ ایک طرف تو بابا گوربخش سنگھ بیدی کے منہ سے سکھوں کو ہندو کہانا۔ اور گرنتھ کے شلوکوں کو الٹ پلٹ کر کے اس کے منگھڑت معنی کرانے اور پھیر گربہ مسکین کیطرح سکھوں کو ہندوؤں کا محافظ ظاہر کر کے سادہ لوح سکھوں کو دام تزویر میں پھنسانا۔ اور پھر اپنے "پلاروں" کو یعنی کیسادھاری آریوں کو سکھوں میں پھوٹ ڈلوانے کیلئے مقرر کرنا۔ اور پھیر اس کے علاوہ بظاہر گنگا گئے تو گنگا رام جمنا گئے تو جمنی داس" کی پالیسی والے اخبار ہندوستان مگر اندر سے مار آستین کو آریوں کی تعریف اور سکھوں کو تت خالصہ۔ نوجوان سکھ نفاق ڈالنے والے کی مہارانی رٹنے پر مقرر کرنا۔ اور پھر اس پر بھی بس نہ کرتے ہوئے۔ آریہ مسافر کا سکھوں کی نسبت نہایت شرانگیز مضمون شایع کرنا یہ ایسی باتیں نہیں جو کسی سے پوشیدہ ہوں۔

وقت ہے کہ خالصہ بھائی گہری نیند سے اُٹھیں اور اپنے دوست و دشمن کو پہچانیں ہمیں اپنی بقا کے لئے جد و جہد کر لی چاہیئے۔ یہ سستی کا وقت نہیں آریہ ہمارے دوست ہرگز ہرگز نہیں"

(دنبیر سنگھ پشاور)

KHILAFAT LIBRARY

سناتن دہرم اور آریہ سماج

سناتن دہرم پرچارک کا ایڈیٹر آریہ صاحبان کے متعلق اپنے خیالات کو یکم دسمبر کے پرچہ میں بدیں الفاظ ظاہر کرتا ہے (ایڈیٹر)

سوامی دیانند ہندو دہرم کے لئے نہیں اُٹھا تھا بلکہ جن اصولوں کا پرچار عیسائیوں نے کر کے ہندو دہرم کے خلاف ہندو سوسائٹی کو کرنا چاہا۔ انہی خیالات کو سوامی دیانند نے وید سے نکالنے کی کوشش کی۔ ویدوں میں دیانند جی کے خیالات کا قطعی نشان تک نہیں ہے تاہم ہم سوامی جی کے قربان ہیں۔ کہ انہوں کے اُن مضامین کو ویدوں سے نکالنے کی کوشش کی جنکا کسی کو وہم و گمان تک بھی نہ تھا۔ **مثلاً مسئلہ نیوگ**

سوامی دیانند کا کام برائے نام وید کی آڑ لیکر نفسانی خواہشات کا پرچار کر کے سنتش کو اصلیت سے گرانا اور بناوٹی ہمدردی کا سبق پڑھا کر بھائی کو بھائی سے لڑانا اور تمام مذاہب کے بزرگوں کو گالیاں نکالنا اور پھر دہوکہ دینے کے لئے ہندوؤں کا ہمدرد کہلانا ہماری رائے میں سوامی دیانند کے کام کا انجام یہ ہے۔ کہ بدقسمتی سے مسئلہ نیوگ چل پڑا۔ لوگوں نے شری گورو نانک وید بیاس اپنے بزرگوں کی ہجو کر کے اپنی عاقبت کو بگاڑ لیا............ اس زمانہ میں اپنے خوفناک تعصب سے ہندو مسلمانوں میں نااتفاقی کا بیج بویا۔ جیسا کہ بویا جا رہا ہے۔ تو ہمیں افسوس کیساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ دیانندی مت کا انجام ہندوستان کی بربادی کا ہوگا۔ کیونکہ ناجائز تعلق...... روحانیت کو چھوڑ کر نفسانیت میں آنا۔ اپنے دہرم کے کرم کانڈ کو ترک کر کے آزادانہ طریق جو ہماری ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ اس کو اختیار کر کے دہارمک زندگی سے محروم ہو جانا اس کا لازمی نتیجہ ہے۔ کہ آریہ سوسائٹی ہندوستان کی تباہی کا باعث ہوگی۔ پس اے ہندوستان کے ہمدرد رشی منیوں کی سنتانو! کل دنیا میں روحانیت کا پرچار کرنیوالو! اپنی برت کی تعلیم دینے والو! رحم و دیا کے بس ہو کر سانپ کو بھی دودھ پلانیوالو! آؤ اب اُٹھنے کا موقعہ ہے۔ کیونکہ اب آپ ہی کے وید بھگوان سے پاپ پھیلانے کی تعلیم نکالنے والی ایک نیولائٹ مہذب پارٹی بنام **آریہ سماج** پیدا ہو گئی ہے۔ کہ جسکی وجہ تسمیہ ہم نے ہدیہ ناظرین کر دی ہے۔ اگر ہندو بھائی

نہ سنبھلے اور انہوں نے سناتن دہرم سبھاؤں میں نئی جان نہ ڈالی۔ تو بلاشبہ آریہ سماجی تعلیم پھیل جانیسے ہندوؤں کی پاکدامنی۔ ایمانداری۔ خاک میں ملجائیگی کیونکہ آریہ سماج مذہب نہیں ہے۔ جس کے متعلق پھر کبھی لکھا جائیگا"

کیا اب بھی کوئی قومی یا ملکی ہمدردی یا ملکی ترقی میں رکاوٹ پانے والے سوائے آریوں کے کسی اور کو سمجھے گا"

KHILAFAT LIBRARY

شدہی مسلمانوں کیلئے مبارک فال ہے!

بعض مسلمان دوست اس بات کا شکوہ کیا کرتے ہیں کہ شدہی کی تحریک مسلمانوں کے لئے ایک نامبارک فال ہے۔ مگر دراصل یہ سطحی خیالات کا نتیجہ ہے۔ اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو شدہی حقیقی معنوں میں اسلام کے لئے ایک مبارک فال ہے۔ جوں جوں شدہ ہوتے جائیں گے توں توں آریہ سماج اپنے روپ میں ہمارے سامنے آتا جائیگا۔ اگر مہاشہ دہرم پال شدہ نہ ہوتا۔ تو آج کون مسلمان مسافر آگرہ کو اصلی روپ میں دکھلا سکتا۔ اگر مہاشہ دہرمپال شدہ نہ ہوتا۔ تو آج کون آریہ سماج کی صدر انجمن کے مکھہ سے گھونگٹ اوتار کر اُسے اصلی رنگ و روپ میں ہمپر ظاہر کرتا۔ بہتر ہے کہ آریہ سماج اور بھی دو تین کو شدہ کر ڈالے۔ بیچارہ اکیلا دہرمپال اس خدمت کو کس طرح بنہا سکیگا"

کتنوں نے اپنا فرض ادا کیا

ہمنے پچھلے پرچہ میں یہ ضروری سوال ناظرین کے سامنے رکھا تھا۔ کہ جب تک "نور" کے ایک ہزار مستقل خریدار نہیں بنجاتے۔ ہم کسی صورت میں بھی اسے ہفتہ وار نہیں کر سکتے۔ اور اس سوال کا حل ناظرین کے پاس ہے۔ اس وقت بفضل خدا "نور" کے ۸۰۰ خریدار ہیں۔ اگر ہر ایک خریدار ایک نیا خریدار پیدا کردے تو ہم ایک ہفتہ کے اندر اندر ہی "نور" کو ہفتہ وار کر دیں گے مگر اس وقت تک کتنوں نے اپنے فرض کو ادا کیا ان احباب کی مختصر فہرست یہ ہے۔

جناب چودہری غلام احمد۔ بی۔ اے (۱) خریدار

جناب شیخ غلام حیدر صاحب انسپکٹر پولیس۔ (۲)

جناب شیخ قدرت اللہ صاحب۔ (۱)

جناب بابو محمد رشید صاحب۔ جناب محمد اسمٰعیلخان (۱)

جناب ڈاکٹر نور بخش صاحب۔ جناب شیخ احمد دین صاحب (۱) (۱)

جناب نادر خانصاحب (۲)۔ جناب مستری فیض احمد صاحب (۱) جناب منشی غلام حیدر صاحب (۲)۔ جناب کپتان غلام حسین خانصاحب (۱) سردار بہادر (۱)

~~۷۹۶~~ میزان ۱۴ گویا اس حساب ۱۴ خریداروں نے اپنا فرض ادا کیا۔ اور ابھی ۸۰۰ - ۱۴ = ۷۸۶ - احباب پر یہ قرضہ جوں کا توں ہے۔

اے نور سے محبت رکھنے والو۔ اگر آپ چاہتے ہو کہ آپ کا پیارا "نور" ہفتہ وار ہو کر اپنی کرنوں سے تاریک گڑھوں کو منور کرے تو اس کا علاج یہی ہے کہ آپ اس سستی کو چھوڑ کر۔ اور "نور" کیلئے ایک ایک نیا خریدار پیدا کر کے اس قرضہ سے سبکدوشی حاصل کریں کیا ایک خریدار پیدا کرنا کچھہ مشکل ہے۔ ایک کیا دو کا پیدا کرنا بھی کچھہ مشکل نہیں۔ مگر ہمت درکار ہے۔ دوست اور دشمن اس بات کو مان گئے ہیں کہ "نور" مذہبی پرچوں میں ایک خاص درجہ رکھتا ہے۔ نہایت محنت سے ایڈٹ کیا جاتا ہے پھر کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ کہ نور کے ناظرین کیوں اس کی توسیع اشاعت کیلئے زور نہیں لگاتے۔ ہم آپ سے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالٰے نور کے ہفتہ وار ہونے پر ہم ملکی خبروں کا ذخیرہ نور کے ناظرین کے لئے اسقدر مہیا کر دیا کریں گے کہ انہیں کسی اور اخبار دیکھنے کی مطلقاً ضرورت نہ رہے گی۔ موجودہ صورت میں جو ہم عام خبریں دینے سے مضایقہ کرتے ہیں۔ تو اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ ایک تو اخبار پندرہ روزہ ہے۔ دوم مطبع میں دس روز پہلے ہی کاپیاں بھیجنی پڑتی ہیں۔ اس صورت میں ہم تازہ بتازہ خبریں دینے سے قاصر ہیں۔ مگر جب نور ہفتہ وار ہوگا اور گھر کا مطبع بنجائیگا۔ تو اس وقت یہ مشکل انشاء اللہ تعالےٰ نہایت آسانی سے حل ہوجائیگی۔

آریہ سماج کی گاڑی کا پہیہ کسطرف کو جارہا ہے!

پرکاش اپنے ۷ فروری کے پرچہ میں لکھتا ہے۔ کہ آریوں کی طبیعتیں اس قدر تماشا پسند ہوگئی ہیں۔ اور کہ ان کے ہاضمے اس قدر بگڑ چکے ہیں کہ انہیں چٹنی دار اور مصالحہ دار تحریروں کے سوا پڑہنے کا مزا ہی نہیں آتا اور آریہ سماج کے اندر ایسے آدمی ہیں جو گندہ لٹریچر پھیلانے کے لئے آنریری ایجنٹوں کا کام کرتے ہیں"

الحمدللہ کہ آریہ متروں نے اس بات کو محسوس تو کیا۔ کاش! عام آریوں کو اس الزام میں لانے سے پہلے ہمارا ہمعصر پنڈت دیانند کی ان تحریروں پر بھی نظر ڈالتا۔ جن کے ذریعہ ستیارتھ پرکاش میں غیر مذاہب کے بانیوں اور اونکے پیرؤں کو یاد کیا گیا ہے۔ خدا کرے آریہ سماج میں کوئی ایسا آدمی پیدا ہو جائے جو بجائے اس نالی کے بند کرنیکے اس نالی کی نکاس کو بند کرے"

نور کیساتھ عملی محبت کا اظہار

ہمارے کرمفرمائے بابو محمد عمر دراز خان صاحب کو اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے جنکے دل میں "نور" کی توسیع اشاعت کے لئے ایک خاص تڑپ ہے اس کے پہلے آپ پانچ غیر مذاہب والوں کو نور سے منور کر چکے ہیں اب پھر آپ نے ایک سکھہ سردار کے نام "نور" جاری کروایا ہے۔ اور ساتھ ہی اس کے آپ ایک اور سکھہ اور آریہ صاحب کو نور سے منور کرنا چاہتے ہیں۔ سو جو سکھہ اور آریہ صاحب ایک سال کے لئے نور کے درشن کرنا چاہیں وہ بہت جلد دفتر نور میں اپنی درخواستیں بھیجدیں۔

مسلمان اور گورنمنٹ عالیہ

قرآن شریف بار بار اپنے پیرؤں کو اس امر کی ہدایت کرتا ہے کہ تم حاکم وقت کی اطاعت کرو۔ اور یہ اللہ تعالےٰ کا لاکھہ لاکھہ شکر ہے کہ مسلمان گورنمنٹ عالیہ کی اطاعت کو اپنے لئے سعادت دارین سمجھتے ہیں

نوٹ۔ اخبار کے چھپنے کے دن تک حضرت خلیفۃ المسیح کی صحت عمدہ حالت میں ہے امید ہے انشاء اللہ پندرہ بیس یوم تک ہم نور کے ناظرین کو حضرت صاحب کے غسل صحت کا مژدہ سنانے کے قابل ہو سکینگے آمین

حال ہی میں آنریبل کرنل سر ہنری میکماہن۔ کے سی۔ آئی۔ ای۔ سی۔ ایس۔ آئی ایجنٹ گورنر جنرل و چیف کمشنر بلوچستان دام اقبالہ کے وزیر خارجیہ مقرر ہونے کے اعزاز میں۔ اور کوئٹہ سے تشریف بری کی تقریب پر مسلمانان کوئٹہ نے ایک جلسہ کیا۔ جس میں ہمارے قابل فخر دوست بابو نبی بخش صاحب نے ایک نظم پڑھی نظم کیا ہے! گویا آئینہ دل جو انسبات کو بخوبی ظاہر کرتا ہے کہ مسلمانوں کے دل میں اپنے حاکم کے لئے کسقدر گہری محبت ہے۔ بہر حال وہ محبت اور پریم میں ڈوبی ہوئی نظم یہ ہے:۔

KHILAFAT LIBRARY

قصیدہ

مرغ طبعم چوں فرو کو بد بحر بال خیال — می رسد اندر دمی بر بلند اوج کمال
ساختہ دریا علم بحر ناپیدا کنار — گوہرے یکتائے فکرم را متاع بس محال
از غبار راہ شبدیز خیال نادرم — سامر بیاے میکند بر موجۂ باد شمال
وز طلوع شمس نطقم فاش میگویم اگر — صبح صادق و بگیر از کمال انفعال
آں خیالے را کہ ناید در دل و وہم و قیاس — میکشم از پردۂ اسوے عرصات مثال
پیکر الفاظ را من صورت زیبا دہم — شاہد معنی را بخشم غنچہ و غنج و دلال
راست است ایں ہرچہ گفتم لیکنم ایں دو زبان — یک ملال پر نشاط و یک نشاطے پر ملال
گاہ گریم ہمچو شبنم گاہ خندم ہمچو گل — گاہ فروزم مثل مہر و گاہ لرزم ہمچو ہلال
یاورم جمع اضداد عناصر بالیقین — بر قرار ہستی اولاد آدم ہست دال
ہر کرا آلام را خندہ ہائے زیر لب — خندہ ہائے زیر لب تفسیر حرمان و ملال
زانکہ اقلیم بلوچستان را فرما ندہ — یعنی حضرت میکمہن سرہنری ذوالاجلال
از میان ما برآئے انصرام خارجات — جانب دار الخلافہ عزم دارد نیک فال
الوداع اے ابر بخشش معدن لطف و عطا — ذات تو سرچشمۂ جود و سخا فیض و نوال
الوداع اے آیت تدبیر و دانش عقل و فن — جان نثارت شد ز حسن خلق تو ہر بد سگال
الوداع اے دستگیر عاجزان و ماندگاں — یار و گنجشک را بود از تو زور شہبال
الوداع اے شاہد جاں تمنا الوداع — گرچہ سوز درد و فرقت میکند دل را زغال
لیک شادانم کہ بر جایت ز فضل ایزدی — جلوہ سازی میکند یک آفتاب بے مثال
آفتاب بے مثالی گر بپرسی کیست آں — کرنیلے سی۔ آرچر والا فر نکو خصال
مرحبا اے مظہر انصاف عدل و راستی — راستی نوشیرواں داد میں در کل حال
مرحبا صد مرحبا اے معدن لطف عمیم — عاجزم در مدح تو دارم زبانی گنگ و لال
مختصر گویم کہ در عہد سعیدت نا کلام — بر سر چشمہ ہم مینیم ضرغام و غزال
نیست مقصودم ز مدحت آرزوئے دیگرے — غیر اظہار حقیقت یا رب ذوالجلال
انجمن بالا مرتبہ افلاک بالا در گذشت — زانکہ شد در برج اقبالش مہر منیر اتصال
اے اسد تار دو روشن را سرو زلف سیاہ — تا سر آید وصف ہر دو شاعر شیریں مقال
خصم ممدوحین من یا رب بعقل تیرہ جا — سرنگوں باد و چو زلف و روسیاہ باد چو خال

منقر نبی بخش اسد۔ ترجمان دفتر جوڈیشل کمشنر صاحب بہادر بلوچستان
۲۳ جنوری ۱۹۱۱ء

کیا اچھوت قومیں ہندو ہیں!

جب آریہ ہندوستان میں آئے۔ اور یہاں کے اصلی باشندوں سے لڑ بھڑ کر ان پر غالب ہوئے۔ تو انہیں ہر طرح سے اذیتیں دینی شروع کیں۔ جیسا کہ تاریخ سے اور نیز وید کی ان شرتیوں سے جو شتروں (دشمنوں) کو اپنے تباہ کرنے کا حکم دیتی ہیں۔ سے ظاہر ہے۔ اور جو بیچارے ان سے بچے رہے انہیں ہر طرح کی نفرت اور حقارت سے دیکھا گیا۔ اور وہ تباہ الحال لوگ اس وقت سے نیچ یا شودروں کے مکروہ نام سے پکارے جانے لگے۔ چنانچہ اس امر کے متعلق تمام محققین نے یہی رائے قایم کی ہے۔ کہ یہ تمام چوہڑے۔ چمار۔ سدنگ۔ میگھہ۔ سنتھال اور گوند وغیرہ جو ہندوستان کے مختلف حصوں میں آباد ہیں۔ دراصل یہ یہاں کے قدیم باشندے ہیں۔ جنکو آرین لوگوں نے فتح کیا تھا۔

ان کے ادنے کام دراصل انکی حقارت کا موجب نہیں ہیں۔ جس سے یہ شودر یا نیچ ذات سے پکارے جانے لگے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہی ادنے کام ہندو صاحبان اختیار کر رہے ہے۔ جیسا کہ آجکل ہندو چمڑے وغیرہ کی تجارت کرتے ہیں۔ اور کپڑا بننے وغیرہ کا کام نوجوان آریوں کو سکھلایا جاتا ہے۔ اور کیا تعجب کہ کچھہ عرصہ گذرنے کے بعد بوٹ وغیرہ سینے کا آرٹ بھی ہندو لوگ شوق سے سیکھنے لگیں۔ پس وہ ذلت اور حقارت جو ہندو دوست ان خستہ حال اچھوت قوموں سے روا رکھتے ہیں۔ دراصل وہ ان کے پیشہ کو مدنظر رکھہ کر نہیں۔ بلکہ اس لئے کہ یہ ہندوؤں سے ایک الگ قوم ہے۔ آریہ فاتح تھے اور یہ مفتوح۔ بحیثیت مفتوح کے ان سے یہ سلوک روا رکھا گیا۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کا فرعونیوں کے ماتحت ہوا۔ صرف بعض خیالات اور کچھہ کچھہ طرز معاشرت میں اچھوت ذاتوں کا ہندوؤں سے ملتے جلتے معلوم ہونا اس بات کا ثبوت ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا کہ یہ اچھوت قومیں ہندو یا آریہ ہیں۔ یہ ایک مسلم شدہ امر ہے۔ کہ مفتوح کو فاتح کے طور و اطوار اکثر بھایا کرتے ہیں۔ اس لئے ان لوگوں میں ہندوؤں کے بعض خیالات کا آجانا کوئی مشکل اور عجیب بات نہیں۔ اچھوت قوموں میں کثرت سے مسلمانوں کے خیالات رکھنے والے لوگ بھی موجود ہیں۔ پس مفتوح قوموں کا فاتح کے طور و اطوار کو قبول کر لینا یہ ایک معمولی بات ہے۔

دراصل یہ لوگ نہ ہی مسلمان ہیں اور نہ ہی ہندو ہیں۔ ابھی چند دنوں کی بات ہے۔ کہ اس کے متعلق اکثر مضامین ہندو اخباروں میں بھی نکل چکے ہیں۔ چنانچہ اخبار ہندوستان اپنے ۸ اکتوبر ۱۹۱۰ء کے ایشو میں لکھتا ہے "افسوس ہے کہ سرکاری حلقوں میں روز بروز ایسی غلطیوں کا شمار بڑہتا جاتا ہے۔ جنکو اس روشنی کے زمانہ میں گھٹنا چاہیئے تھا! چوہڑے اگر ہندو ہوتے تو ہندوؤں کو انہیں غیر ہندو عنصر قرار دینے کی کیا ضرورت تھی۔ نہایت نامعقول اور غیر موجہ توجیہ ہے کہ چوہڑے اور اس قسم کی دوسری ادنے قوموں کی معاشرت چونکہ ہندوؤں سے کچھہ ملتی جلتی ہے لہذا ان سب کو ہندو فرض کر لیا جائے۔ اس خلاف واقعہ اور غلط استدلال کو اگر درست مان لیا جائے تو اس کے یہ معنے ہوں گے۔ کہ جن مسلمانوں نے آجکل انگریزی طرز معاشرت اختیار کر لیا ہے مردم شماری میں وہ بجائے مسلمانوں کے انگریز لکھے جائیں۔ ملک کے فہمیدہ طبقات میں یہ غلط کارروائیاں سخت افسوس سے دیکھی جا رہی ہیں"

ہمارے آزاد حاشیے جو پولیٹیکل فائدہ کی خاطر اس قسم کی چال چلنے میں مشاق ہیں۔ اگرچہ لفظ ہندو کو اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔ مگر اپنی عادت سے مجبور ہو کر لفظ ہندو کو ملکی قوم کے نام سے ظاہر کرنے کیلئے ایڑی چوٹی تک زور لگا رہے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا لفظ ہندو کا استعمال خواہ کسی وقت سے شروع ہو اس سے بحث نہیں۔ دیکھنا تو یہ ہے۔ کہ لفظ ہندو ہمیشہ

KHILAFAT LIBRARY

سے مذہبی طور پر ہی استعمال ہوتا چلا آیا ہے۔ اگر یہ ملکی نام ہوتا۔ جیسے پنجابی اور ہندوستانی نام استعمال ہوتے ہیں۔ تمام کا ہندو نام ہی پکارا جاتا۔ اور تمام اچھوت ذاتیں جو ہندوستان کے قدیم باشندے ہیں اور پھر اس کے بعد آریہ یہاں آئے۔ اور آریوں کے بعد مسلمانوں کی مختلف اقوام جنہوں نے ہمیشہ کی بود وباش اختیار کر کے ہندوستان کو اپنا ملک بنایا۔ یہ تمام ہندو نام سے ہی پکارے جاتے مگر چونکہ ہمارے ہم وطن ہندو سوسائٹی کا یہ مذہبی نام تھا۔ وہ خود اور دوسرے بھی لفظ ہندو کو مذہب کے نام سے استعمال کرتے رہے ہیں۔ اور اسی لئے ایک ہندو جب مسلمان یا عیسائی ہو جاتا ہے۔ تو پھر وہ ہندو نہیں کہلا سکتا۔ اور نہ ہی کسی مردم شماری میں ایسے اشخاص کو ہندوؤں میں شمار کیا جاتا ہے۔

آمدم برسر مطلب:۔ پس اب صاف ظاہر ہے۔ کہ اچھوت قومیں ہرگز ہرگز ہندو نہیں۔ پھر جبکہ ان میں اکثر گروہ ہندو ہونے سے انکاری ہیں۔ اور باقی کچھ ایسے ہیں۔ جن کے اعتقادات اور رسم ورواج وغیرہ ہندوؤں سے بالکل الگ تھلگ ہیں۔ پس دریں صورت واجب تھا کہ برادران وطن ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرتے۔ دلایل اور واقعات کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھ لیتے کہ یہ اچھوت قومیں ہندو ہیں۔ یا نہیں۔ نا یہ کہ اندھا دھند شور وغوغہ مچا کر باہمی کدورت کا بیج بویا جاتا۔ گورنمنٹ عالیہ نے اگرچہ ہر مذہب والے کو اپنی مذہبی فرائض کے بجالانیکی آزادی دے رکھی ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ کسی مذہب کے پیرو اپنے مذہب کو ایسے بے ہنگم اور بے جوڑ طریقہ میں رکھیں۔ جس سے ملک ہمیشہ کی غلطی اور خلجان میں پڑ جائے جیسا کہ آجکل ہندو اپنی حالت کو بنا رہے ہیں۔

ہمارے ہندو ہم وطن بھائیوں کا یہ کہنا۔ کہ کسی کا حق نہیں ہے کہ وہ ہندوؤں میں دخل دے۔ جب تک کہ ہندو دھرم کا پہلے مطالعہ نہ کرے یہ تب درست ہوتا۔ کہ اگر کوئی ہندوؤں کے اعتقادات اور رسم ورواج وغیرہ کو بند کرنیکے لئے بعض ہندوؤں کو روکتا جیسا کہ آجکل مسلمانوں کے ساتھ جابجا ہندو صاحبان سلوک کر رہے ہیں۔ اور ہندو دھرم کے مطالعہ کی نسبت مختصراً اتنا جواب ہے کہ جس مذہب کا مطالعہ وہ ہمیں کرانا چاہتے ہیں اول تو وہ مدت سے زوال پذیر ہو چکا اور اس کے علاوہ بہت سے دیگر مختلف مذاہب ہندوستان میں پیدا ہو چکے ہیں ان کو ایک ہی سمجھنے کے لئے کوئی جامع اور مشترک اصول آجتک تجویز نہیں ہو سکا۔ تو پھر معلوم نہیں کہ کس قسم کے مطالعہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ کیا ویدوں کے ماننے والوں کا یا ویدوں کو دور سے سلام کہنے والے بدھ کا جو ہندوستان میں بڑی دھوم دھام سے اٹھا۔ اور ہندوؤں نے اس مذہب کے ماننے والے بدھوں کو خطرناک تکلیفیں دیکر یہاں سے نکالدیا۔ یا کیا خدا کے انکاری ناستک کو ہندو سمجھیں۔ یا خدا کے ماننے والے آستک کو۔ اور کیا گرنتھ صاحب کو مذہبی پستک سمجھکر مطالعہ کریں۔ یا وید کو۔ اور پھر کیا کل دنیا کے انبیا اور انکی کتابوں کو حق اور واجب العمل سمجھنے والے برہمو سماج کا مطالعہ کریں۔ یا صرف ہندوستان میں ہی خدا کو مقید ماننے والے سماجیوں کا۔ پس ہندو صاحبان کو کوئی حق نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی کو منع کریں جب تک کہ وہ ہمیں ہندوستان کے مختلف مذاہب کا کوئی ایسا جامع اصول نہ بتلائیں جیسا کہ مسلمانوں کے لئے ایک خدا کل چیزوں کا خالق مالک اور اس کے بعد محمد صلعم کی رسالت ہے اور قرآن شریف کے الہٰی کتاب ہونے پر ایمان لانا ضروری ہے جس ایمان بغیر کوئی مسلمان مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ سو جبکہ ہم واقعات کے رو سے خاص آریہ نسل کے لوگوں میں سے بھی اکثر لوگوں کو ہندو دھرم سے علیحدہ سمجھنے کیلئے ہر طرح مجبور ہیں۔ جیسا کہ اوپر کے مختلف بیان شدہ مذاہب سے ثابت ہو رہا ہے۔ تو پھر اچھوت ذاتوں کو جو نہ ہی نسلاً آریہ ہیں۔ اور نہ ہی ہندو مذہب میں شامل ہیں۔ کس طرح اور کس دلیل سے ہندو کہہ سکتے ہیں۔ اور جبکہ یہ تمام امور گورنمنٹ عالیہ کو معلوم ہیں تو پھر سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ کیوں گورنمنٹ اچھوت ذاتوں کو ہندوؤں میں شمار کرتی ہے۔

دراصل ایسی ہی پولیٹیکل چالوں اور رعائتوں کے ماتحت آئے دن ہندو پولیٹیکل امور میں ناجائز پیدائشیں شروع کرتے رہتے ہیں۔ جنکی وجہ سے **دن بدن** وہ دلیر ہوتے جاتے ہیں۔ یہانتک کہ ان کو اکثر حالتوں میں گورنمنٹ عالیہ کی عزت کا بھی پاس نہیں رہتا۔

ہمیں امید ہے کہ ہماری گورنمنٹ ہرگز اس تحقیق سے دست بردار نہ ہوگی۔ جس صورت میں کہ سکھوں اور جینیوں کو ہندو دھرم سے علیحدہ ہونا تسلیم کیا گیا ہے تو کیوں تمام اچھوت ذاتوں کو دیگر جماعت یعنی other classes گورنمنٹ کی سرخی میں نہیں لکھا جاتا۔ جیسا کہ مدت سے میڈیکل ڈیپارٹمنٹ میں یہی عمل جاری ہے (محمد رشید ...... احمدی سیالکوٹ)

سیرت نبوی کی ضرورت

خدا تعالےٰ نے اسکے دوسرا خدا نہ پیدا کیا ہے اور نہ کبھی پیدا کرے گا۔ کیونکہ یہ امر اسکی شان یکتائی اور صفت احدیت کے خلاف ہے۔ ہاں اس نے ایک انسان کامل اپنی صفات کمالیہ کا نمونہ بنا کر پیدا کیا ہے اور جس طرح ایک مصفّا اور وسیع شیشہ میں صاحب رویت کی تمام وکمال شکل منعکس ہو جاتی ہے اسی طرح اس انسان کامل میں صفات الٰہی عکسی طور پر آگئی ہیں۔ اس انتہائی کمال کے وجود باجود کو صوفیائے کرام کی اصطلاح میں مظہر تام الوہیت قرار دیا گیا ہے۔ وہ انسان کامل کون ہے؟ جس کی بشارتیں کتب الہامی میں موجود ہیں۔ جنکی شان میں لولاک اور قاب قوسین ہے۔ جو آفتاب روحانی ہے جس سے نقطہ ارتفاع کا پورا ہوا۔ اور جو دیوار نبوت کی آخری اینٹ ہے یعنی حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم۔ خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا ہے انك لعلیٰ خلق عظیم اے نبی تو ایک خلق عظیم پر مخلوق ومفطور ہے۔ اور اپنی ذات میں تمام مکارم اخلاق کا ایسا متمم ومکمل ہے کہ اس پر زیادتی متصور نہیں۔ کیونکہ محاورۂ عرب میں عظیم اس چیز کی

صفت میں بولا جاتا ہے۔ جس کو نوعی کمال پورا حاصل ہو بلکہ بعض نے تو یہانتک کہا ہے کہ عظیم وہ چیز ہے۔ جسکی عظمت اس حد تک پہونچ جائے۔ جو حیطۂ ادراک سے باہر ہو۔

قرآن مجید میں ہے لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ تمہارے لئے پیروی کرنے کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کا نمونہ موجود ہے۔ اخلاق اللہ سے تخلق ہونیکے بھی یہی معنے ہیں۔ کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ کا تتبع کیا جاوے۔ کیونکہ آپ خلق عظیم پر مخلوق ہیں۔ اور آپ کا وجود باجود خیر مجسم مقربین سے اعلےٰ و اکمل اور الوہیت کا مظہر اتم ہے۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ ؎

حسن یوسف ید موسیٰ دم عیسیٰ داری۔
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یہ کوئی مبالغہ نہیں۔ کیونکہ دیگر انبیا علیہم السلام صفات کاملہ میں سے خاص خاص صفتوں کے مظہر تھے۔ کوئی عفت میں ممتاز تھا۔ کوئی شجاعت میں کوئی جاہ و حشمت میں۔ کوئی صبر و رضا میں اور کوئی انقطاع الی اللہ میں لیکن وہ تمام اخلاق فاضلہ جو حقیقت انسانیہ ہے مثلاً عقل و ذکا۔ سرعت فہم۔ صفائی ذہن۔ حسن تحفظ۔ حسن تذکر۔ عفت۔ حیا۔ صبر و قناعت۔ زہد۔ تورع۔ جوانمردی۔ استقلال۔ عدل۔ امانت صدق سخاوت۔ ایثار کرم۔ مروت۔ شجاعت۔ علو ہمت علم و تحمل۔ حمیت۔ تواضع۔ ادب۔ شفقت رافت رحمت۔ خوف الہی۔ محبت الہی۔ انس باللہ۔ انقطاع الی اللہ۔ ان سب اوصاف میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ کمال حاصل تھا جو حیطۂ ادراک سے باہر ہے۔

مسلمانوں کو اخلاق فاضلہ سیکھنے کیواسطے قرآن مجید کا جاننا ضروری ہے۔ اسی طرح آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات سے واقفیت بہم پہونچانا بھی ضروری ہے۔ کہ وہ اخلاق فاضلہ کسطرح سے ظہور میں آئے۔ جو احکام قرآن مجید میں موجود ہیں۔ ان کی تعمیل کر کے آپنے عملی نمونہ بتا دیا ہے۔ کہ احکام باری تعالےٰ کی تعمیل اس طرح کرنی چاہیئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی سے آپ کے اخلاق کی نسبت کسی نے سوال کیا۔ تو انہوں نے جوابدیا کہ کان خلقہ القرآن۔ پس حضور علیہ السلام کی زندگی کے حالات کا جاننا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی بھی ایک عجیب زندگی ہے۔ جس میں انسانی زندگی کی مختلف حالتوں کے تمام واقعات پائے جاتے ہیں۔ طفولیت میں آپنے یتیمی و بیکسی کیحالت میں پرورش پائی۔ شباب میں ملک و قوم کی رسم و رواج سے بیزار ہو کر تجرد اختیار کیا۔ کبھی ایک گماشتہ کی حیثیت میں تجارت کی اور پھر خود شاہ بنگئے۔ عیالداری کے حقوق ایسے ادا کئے کہ اس سے بہتر کسی کے خیال میں نہیں آسکتے۔ ایک سولجر بنکے فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لی۔ اور آئین جنگ میں وہ مہارت تامہ دکھائی۔ کہ آج اس ترقی تہذیب کے زمانہ میں انہی آئین و اصول کی پیروی کیجاتی ہے۔ ایک بادشاہ بنکر ملک گیری اور ملکداری میں کمال دکھلایا۔ کبھی دشمنوں کے نرغہ میں پھنسے پھر انہیں دشمنوں پر قابو پاکر ان کے قصور معاف کرنیسے اپنے رحمۃ للعالمین ہونیکا ثبوت دیا اور سب سے بڑھکر فرائض نبوت و تبلیغ نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے سرانجام دیئے۔ جو ان کامیابیوں سے پایہ ثبوت کو پہونچتے ہیں۔ جو حضور کو اپنی حین حیات میں نصیب ہوئیں۔ جن کی نظیر کسی اور نبی میں نہیں پائی جاتی۔

یہ سب حالات حدیث سعید اور اسلامی تاریخ کی کتابوں میں نہایت شرح و لبسط کے ساتھ درج ہیں۔ اور یہ سب کتابیں عربی میں ہیں۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو ان کتابوں کے مطالعہ سے حظ وافر اٹھاتے ہیں۔ لیکن جو لوگ اس کوچہ سے نابلد ہیں۔ ان کی رہنمائی کے واسطے ضروری ہے کہ سیرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم زبان اردو میں لکھی جاوے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ مہتم بالشان کام کون کرے؟ خدا کے فضل سے اس گئے گذرے زمانہ میں بھی ہمارے بزرگ و محترم علما و فضلا میں کئی ایسے موجود ہیں۔ جو اس قسم کی کتاب بڑی خوبی کیساتھ لکھ سکتے ہیں۔ پس ہم کو ہندوستان کے بغداد یا کیمبرج کی مجلس ندوۃ العلماء کیطرف رجوع کرنا چاہیئے۔ جس کے بانی مبانی اور روح رواں اس کام کی اہلیت سب سے بہتر رکھتے ہیں۔ اور جنکی تصنیفات کا موضوع بھی علم تواریخ ہے وہ کون جنہوں نے سیرۃ النعمان لکھکر فقہ کے حقایق و دقایق بیان کئے۔ جنہوں نے الفاروق و المامون لکھکر زمانہ کو بتایا کہ ہیروز آف اسلام کی سوانحعمری لکھنے کا یہ حق ہے۔ جنہوں نے الغزالی علم الکلام۔ اور الکلام لکھکر ثابت کر دیا۔ کہ وہ نہایت درجہ کے متکلم ہیں۔ جنہوں نے سوانح مولانا روم لکھکر تصوف میں بھی اپنی اعلےٰ پایگاہ ظاہر کی۔ اور جنہوں نے عربی زبان کا نصاب تعلیم ریوائیز کر کے نہ صرف ہندوستان بلکہ عرب و ایران مصر و روم اور کویت تک ہندوستان کے بغداد کو مشہور و معروف کیا اور اس کو مرجع انام کافہ اہل اسلام بنا دیا۔ کون شخص ہے؟ جو مسلمان ہو کر ان کے نام نامی سے ناواقف ہو سکتا ہے؟۔ مولانا مولوی شبلی صاحب نعمانی سلمہ اللہ تعالےٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سوانح مبارک لکھنے کیواسطے ہر طرح کی قابلیت رکھتے ہیں۔ پس صاحب ممدوح کی خدمت میں بادب درخواست کی جاتی ہے کہ یہ مبارک کام اپنے ہاتھ میں لیں۔ چونکہ یہ ایک نہایت ضروری درخواست ہے۔ اس واسطے امید ہے کہ مولانا موصوف ضرور منظور فرماویں گے۔

KHILAFAT LIBRARY

(نورالدین تاجر چرم گوجرانوالہ)

ہندو مسلمانوں کی مصالحت

مسلم ہندو مجلس مصالحت کی اجلاس میں جو یکم جنوری ۱۹۱۱ء کو راجہ ہوٹل واقعہ الہ آباد میں منعقد ہوا تھا۔ حسب ذیل امور غور طلب پیش ہوئے۔

(۱) صلح کرانیوالی پنچائتوں کا تقرر (۲) گورنمنٹ کیخدمت میں از سرنو پنچائتی عدالتوں کے قایم کرنے کی تحریک (۳) مقدمہ بازی اور اس کے لاحقہ اخراجات کے گھٹانے کی متفقہ کوشش۔ (۴) ہندو مسلمانوں کا ایک دوسرے کو بائے کاٹ کرنے کا سد باب (۵) سرکاری دفاتر اور محکموں میں جو اپنی حریف قوم کے ممبروں کو داخل ہونے کو روکا جاتا ہے۔ یا ان کو وہاں سے نکالا جاتا ہے۔ اسکی روک تھام

KHILAFAT LIBRARY

(۶) فریقین کی ان کوششوں کی روک تھام کہ ایک دوسرے کی زبان کی اشاعت نہ ہونے دیجائے۔

(۷) ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپل کمیٹیوں میں مسلمانوں کا مختص القوم نیابت کا مطالبہ تسلیم کیا جائے۔

(۸) سود کی گرانبار شرح کی تخفیف اور بصورت امکان اس کی ایک حد مقرر کرنا۔

(۹) جائداد مرہونہ کو بجبر فروخت ہونیسے روکنا۔

(۱۰) فریقین ایک دوسرے کی مذہبی رواجات مثلاً دیبتہ اور وقف کو جائز تسلیم کریں۔ وتلک عشرۃ کاملۃ۔

ضمیمہ

(الف) قومی تعلیم۔

(ب) آریہ سماج کی اشتعال انگیز تحریک۔

(ج) گائے کے ذبیحہ اور مسجدوں کے سامنے سنکھ وغیرہ بجانے کے متعلق باہمی قرارداد۔

(د) مسلمانوں کی ہر حالت میں کمی تعداد مدنظر رکھکر ایسے مسئلہ پر زور نہ دیا جائے۔ جیسے مسلمان مسلم لیگ کی وساطت سے اپنی قومی اغراض کے لئے مقرر قرار دیں۔"

امور مندرجہ بالا واقعی غور کے قابل ہیں۔ اور اُمید کی جاتی ہے۔ کہ بہی خواہان ملک ان پر غور مناسب کریں گے۔ لیکن ان امور کے علاوہ ایک امر اور بھی ہے جو کچھ کم توجہ کا محتاج نہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ہر فرقہ پر لازم اور واجب ہونا چاہیئے۔ کہ وہ دوسرے فرقے کے بزرگوں اور مذہبی پیشواؤں کی نسبت حقارت آمیز کلمات زبان یا قلم سے استعمال نہ کرے[1]۔ اس میں شک نہیں کہ گورنمنٹ کی فیاضی سے ہمیں مذہبی آزادی حاصل ہے اور تمدن کی ترقی کا بہت بڑا ذریعہ مذہبی نفرت اور مذہبی جبر کا دور کرنا ہے۔ دنیا جب سے آباد ہے ہمیشہ ہر ملک میں ہر قوم میں اور ہر سلطنت میں یہ طریقہ رہا کہ غیر مذاہب والوں پر جبر کیا جاتا تھا۔ اُن کو مذہبی آزادی نہیں دیجاتی تھی۔ اور مختلف طریقوں سے ان کو تبدیل مذہب پر مجبور کیا جاتا تھا۔ حالانکہ اعتقاد اور یقین ایسی چیز ہے۔ جو دل سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے کوئی شخص کسی کے دل میں کوئی یقین جبر اور زبردستی سے داخل نہیں کر سکتا۔ اس بنا پر مذہب میں جبر کرنا بالکل بیفائدہ چیز ہے۔ لیکن یہ نکتہ اس وقت تک دنیا کی سمجھ میں نہ آیا۔ جب تک اسلام نے یہ نہیں کہا کہ لا اکراہ فی الدین یعنے مذہب کوئی زبردستی کی چیز نہیں۔ ہم برٹش گورنمنٹ کے شکر گذار ہیں۔ کہ اس نے اسی اصول پر عمل کر کے ہم کو آزادی عطا فرمائی ہے۔ اور اس کا جائز استعمال اس طرح ہو سکتا ہے کہ ہر مذہب والے کو استحقاق حاصل ہو۔ کہ وہ اپنے مذہبی فرایض و رسوم آزادانہ بجا لائے۔ بلکہ اپنے مذہب کی حقانیت۔ تہذیب و متانت کیساتھ دوسرے لوگوں پر ثابت کرے اور اپنے مذہب کی اشاعت میں جائز وسایل سے کوشش کرے۔ لیکن غیر مذاہب کے بزرگوں اور پیشواؤں کی تحقیر کرنا تہذیب و متانت کے خلاف ہے اس واسطے ایسے امر کا ارتکاب مذہبی آزادی میں تجاوز کرنے پر دال ہے۔ پس اس سے اجتناب کرنا ہر شخص کو لازم و واجب ہے۔

قرآن مجید فرماتا ہے وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر۔ کوئی قوم ایسی نہیں کہ اس میں کوئی ڈرانیوالا نہ گذرا ہو۔ تمام انبیا علیہم السلام پر مسلمانوں کو ایمان لانے اور لا نفرق بین احد من رسلہ کے حسن عقیدت کا حکم ہے۔ اسی بنا پر مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔ کہ ہندوستان میں بھی پیغمبر مبعوث ہوتے رہے ہیں اور وہ ہندوؤں کے بزرگوں رشیوں منیوں پر پیغمبری کا حسن ظن رکھتے ہیں۔ اور دل سے اُن کی تعظیم کرتے ہیں۔ چہ جائیکہ زبان یا قلم سے ان کی نسبت بے ادبی کا کلمہ استعمال کریں۔

قرآن شریف مسلمانوں کو تہذیب متانت اور شائستگی کے اعلےٰ زینہ پر پہنچانا چاہتا ہے۔ اسی واسطے اس میں حکم ہے ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم جو لوگ دوسرے معبودوں کو بلایا کرتے ہیں۔ یعنے ان کی پرستش کرتے ہیں اُن کو بُرا نہ کہو کہ یہ لوگ بھی براہ نادانی ناحق خدا کو بُرا کہنے بیٹھینگے اس میں ایک اعلیٰ درجہ کی اخلاقی تعلیم ہے کہ حق بات کہو دین کی تبلیغ کرو مگر کسی کے بزرگوں کو بُرا نہ کہو اور گالی نہ دو۔ پس مسلمان اپنے مذہب کے رو سے اسبات کے پابند ہیں کہ مہاراجہ رامچندر جی سری کرشن جی۔ اور بُدھ جی کو بُرا نہ کہیں بلکہ انکی نسبت حسن ظن رکھیں۔ اور ان کی تعظیم کریں مگر! کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے بھائی آریہ سماجی اس اصل کے پابند نہیں۔ اور وہ اپنی زبان اور قلم سے ہمارے بزرگوں اور مذہبی پیشواؤں کو بُرا کہتے ہیں۔ جب تک آریہ کا لٹریچر اور لیکچر اس عنصر سے پاک و صاف نہ ہو گیا[2] یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ ان کے دل ہماری طرف سے ٹھنڈے ہیں۔ اور وہ ہمارے ساتھ مصالحت کے خواہاں ہیں؟"

(نورالدین تاجر چرم گوجرانوالہ)

اسلامی اخوت

اس میں کچھ شک نہیں کہ اسلامی اخوت جسکی بنیاد ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے ڈالی عجیب نعمت اور بابرکت چیز ہے۔ لیکن بہت تھوڑے ہیں۔ جو اسکی حقیقت سے واقف ہو کر اس سے مستفید ہوتے ہیں۔ جن لوگوں نے اس راز حقیقت کو جانکر اُسے دستور العمل بنایا۔ انہوں نے دنیا میں ایسی ترقی کی کہ اسکی نظیر کا تلاش کرنا عبث ہے۔ صحابہ رض نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اشارے پر مہاجرین اور نو واردین مدینہ کو نہ صرف اپنی جایدادوں اور املاک کا حصہ دار بنا لیا تھا۔ بلکہ یہاں تک کہ ان لوگوں نے خودی کو کھو کر اپنے نفس کی قربانی کر ڈالی تھی۔ کہ جس انصار کے ہاں دو بیویاں تھیں اس نے ایک کو طلاق دیکر مہاجر بھائی کے نکاح میں دیدیا........... غرض کہاں تک ان پاک لوگوں کے تذکرے اور قربانیوں کی کہانیاں بیان کیجاویں۔ پرانی عادات و رسومات کی قربانی رشتہ داروں اور احباب کی قربانی۔ اور مال و جان اور جاہ و عزت اور قریبی رشتہ داروں کی قربانی۔ غرضیکہ جو کچھ ان کا تھا وہ انکا نہیں رہا تھا۔ بلکہ وہ سب کچھ خدا کا ہو چکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب انہوں نے انتہائی درجہ

---

[1] اور ہمارے خیال میں ہندو مسلمانوں میں نااتفاقی کی جڑ یہی ہے۔ باقی سب اسکی شاخیں ہیں۔ آریہ سماج کی تندزبانی سے پہلے ہمیں اس نااتفاقی کا شائبہ بھی نظر نہیں آتا (اڈیٹر)۔

[2] ... اور یہ امر ... (اڈیٹر)

کی فرمانبرداری اور اطاعت کا جوا اُٹھالیا تو پھر خدا جو کسی کا قرضہ اپنے اوپر نہیں رکھتا۔ آخر خدا بھی انہیں کا خدا ہو گیا۔ اور جو کچھ وہ کرتے تھے وہ نہیں کرتے تھے۔ بلکہ خدا ان کاموں کو کرتا تھا۔ یہ بات نہیں تھی کہ وہ علوم و فنون اور آلات حرب اور دیگر اسباب ظاہری میں یگانہ روزگار ہو گئے تھے۔ اور غیر قومیں دنیاوی امور میں ان سے پیچھے رہ گئیں تھیں۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ انہوں نے خدا کی فرمانبرداری اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام کی بجا آوری کو تمام امور کی عقدہ کشائی قرار دیا ہوا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ ان دنوں میں ہم لوگ جو آخَرِیْنَ مِنْہُمْ کا مصداق بننا چاہتے ہیں ان میں بہت کم لوگ ہیں جو اپنے سردار اور امام کے احکام کی بجا آوری کو ایسی عزت دیتے ہوں جیسے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا دستور تھا۔ اور اگر ہم لوگوں نے ایک سردار کی اطاعت بدرجہ کمال نہیں کی تو ہم کچھ بھی نہیں۔ اور ہم قوم ہونیکا دعوٰے نہیں کر سکتے ہیں۔ آجکل ہم لوگوں میں شادیوں اور دیگر رشتہ داریوں اور تعلقات میں بعض ویسی ہی کمزوریاں موجود ہیں جنکی اصلاح حضرت اقدس علیہ السلام کرنا چاہتے تھے۔ بعض بھائیوں کو اگر کسی بھائی کے رشتہ اور ناطہ کے لئے عرض بھی کی گئی تو یہی جواب ملتا ہے کہ وہ ہماری قوم سے نہیں ہے۔ اور اسکی ظاہری حالت دینوی اعلےٰ درجہ کی نہیں ہے۔ یا وہ کچھ فاصلہ پر رہتا ہے۔ میں نہیں خیال کر سکتا کہ اگر کوئی صالح لڑکا نوجوان اور خوبصورت برسر روزگار ہے تو یہ کیا حرج ہے کہ اس کے ساتھ تعلق پیدا کیا جائے۔ کیا لڑکی ساری عمر ذات اور اعلےٰ نسب نامہ کا ہی ورد کرتی رہے گی۔ جس پر اسکی گزران اور سہارا ہو گا۔ میں نے بعض لوگوں کی لڑکیوں کو دیکھا ہے کہ وہ امرا اور بڑے لوگوں کے گھر جاکر نہایت دکھ میں گزارہ کرتی رہی ہیں۔ اور بعض اپنی ذات اور قریب کے رشتہ داروں میں منکوحہ ہو کر کئی طرح کے دُکھ اُٹھا رہی ہیں۔ جب ان قریبی رشتوں اور امرا کے گھروں میں جاکر بھی دکھ کا برداشت کرنا ممکن ہے۔ تو پھر کیا حرج ہے کہ لڑکی کے رشتہ

اور تعلق نکاح کیلئے ذات پات کو بالائے طاق رکھکر اچھے خاوند اور دیندار نوجوانوں کی تلاش کیجاوے۔ خواہ وہ کسی ذات کا کیوں نہ ہو۔ ان دنوں فاصلہ اور بُعد تو رہے ہی نہیں کیونکہ خدا نے دور دراز ممالک اور بلاد کو ریل کے ذریعہ سے وصل کر کے قریبًا دنیا کو ایک شہر کے مشابہ کر دیا ہے۔ بلکہ نبی صلعم نے فرمایا کہ دُور دُور بلاد میں نکاح کیا کرو۔ کہ اولاد اچھی اور مضبوط پیدا ہوتی ہے۔ اور دور دراز بلاد کیساتھ تعلق پیدا ہو کر علوم و فنون اور تجارت اور تجارب میں وسیع ترقی ہو جاتی ہے اور انسان دور دراز ممالک کے باشندوں کو اپنے دینی علوم اور اخلاق سے بہرہ ور کر سکتا ہے۔ اور دینی مفاد سے دوسروں کو سرفراز کر سکتا ہے۔ اور باہم میل دجول سے کئی نئی زبانوں کا حاصل ہو جانا ایک سہل امر ہو جاتا ہے جیسے ایک نیک انسان دینی اور دنیوی مفاد دوسروں کو دے سکتا ہے اور خود بھی مستفید ہو سکتا ہے۔ اور کئی طرح کی تجارت کر کے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ بعض لوگوں کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنے قریبی رشتوں کے اندر ہی اندر ناطے کرتے اور کراتے ہیں۔ ایسے لوگ نہایت تنگ ظرف محدود الخیال ہوتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اپنوں اور قریبیوں میں رشتے نہیں ہونے چاہئیں۔ ہاں اگر قریبیوں اور اپنوں میں عمدہ لڑکے اور لڑکیاں ملسکیں تو کچھ حرج نہیں۔ مگر ایسا ہونا کمیاب ہوتا ہے کیونکہ اگر ۴-۵ لاکھ آدمیوں میں سے تلاش اور انتخاب کے بعد جو لڑکا یا لڑکی میسّر آئیگی وہ اس سے بدرجہا بہتر ہو گی جو اپنے چند قریبی رشتہ داروں اور محدود خاندانی کنبوں سے دستیاب ہو گی۔ کیونکہ اپنا خاندان تو ایک محلّہ کا حکم رکھتا ہے۔ مگر ۴-۵ لاکھ احباب[ساے] کا گروہ ایک ملک اور شہر عظیم کا حکم رکھتا ہے۔ پھر عمدہ انتخاب اور چیدہ رشتے وہیں سے میسّر آسکیں گے جہاں

انتخاب کیلئے گروہ عظیم موجود ہو۔ مگر جہاں بیٹھے ہی چند گھر ہیں وہاں لڑکیوں کی تعداد کیا ہو گی۔ پھر ان سے انتخاب شدہ کی تعداد تو بہت ہی کم ہو گی۔ علاوہ اس کے بعض خاندانوں میں خاندانی بیماریاں بھی ہوتی ہیں۔ اسلئے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ رشتہ نکاح کے لئے ذات پات کے قیود کو بالکل اُڑا دینا چاہیئے۔ نبی صلعم نے تو اس مرض کی سوقت ہی جڑ کاٹ ڈالی تھی۔ جب آپؐ نے اپنی پھوپھی زاد حضرت زینب رضؓ کو جو عالیشان قوم قریش سے تھیں ایک آزاد کردہ غلام مسمی زید سے بیاہ دیا۔ اسی طرح پر آپ نے بیواؤں کو خود کئی نکاح کئے۔ اور خود اپنی بیوہ لڑکیوں کے بیاہ کرائے مگر نہ معلوم ہند کے مسلمانوں میں یہ مرض کیوں پھیل گئی۔ کہ شادی کے لئے خاندانوں اور قوموں کی پڑتال ہندوؤں کیطرح کیجاتی ہے۔ اور بیواؤں کے نکاح ثانی کو قریب قریب زنا اور گناہ کے قرار دے رکھا ہے۔ میں نے بعض ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں (نام لینا ٹھیک نہیں ہے) کہ انہوں نے اُن کو لڑکیاں دین جو مخالف تھے۔ مگر اپنوں کو نہ دیں۔ کیونکہ وہ ان کے نکتہ خیال سے نیچے تھے۔ مگر دو سال کے اندر ہی اُنکی لڑکیوں کو وہ دکھ دیا گیا کہ خدا کی پناہ! اور آخر انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے .... مگر ان کے دکھ درد ساری قوم میں مشتہر کر کر نہیں پہنچائے جا سکتے مگر انکی دوسرے بھائی پھر اُسی گڑھے کو ڈھونڈتے ہیں جس میں پہلوں کو غوطہ لگانا پڑا تھا۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہمارے رشتہ دار ایسے سنگدل نہیں ہیں وہ پہلے مالش ہیں۔ مگر جب دکھ دیا جاتا ہے تو پھر دل ہی دل میں غصّہ کے گھونٹ بھرتے ہیں۔ اور دوسروں پر اسکا اظہار بھی نہیں کر سکتے .... غرض یہ لمبی کہانی ہے۔ مختصر قصہ یہ ہے کہ خدا نے ہمیں تنگ دائروں اور خاندانی قیود اور رکاوٹوں اور عادتوں اور رسومات سے الگ کر کرا ایک لمبے چوڑے

KHILAFAT LIBRARY

ساے اسلام چونکہ عالمگیر مذہب ہے اسلئے بانی اسلام علیہ السلام نے بعض امور کو مد نظر رکھکر قریبی رشتہ داروں مثل چچیرے زاد ہمشیرہ وغیرہ سے بھی اجازت نکاح جائز رکھی ہے۔ کیونکہ غربا کو دور کے ناطوں میں بعض اوقات بصرف زر کثیر اور اجنبیت کیوجہ سے تکالیف سد راہ ہوا کرتی ہے مگر امرا اور بعض لوگوں اور جس سلسلہ کے ممبر دور دراز بلاد میں بھائیوں کیطرح موجود ہیں انہیں ایسی تکالیف پیش نہیں آتیں۔ ہندوؤں کو نزدیکی رشتہ داروں میں اجازت نکاح نہ ہونیکی وجہ بڑا دکھ اور خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے اسلام کا غربا پر یہ بھی بڑا احسان ہے۔

شہر (سلسلہ احمدیہ) میں اس لئے داخل کر لیا ہے کہ ہمارے سروں پر سے وہ طوق اور زنجیر رسومات اور عادات قبیحہ کے اتر جاویں۔ جنہیں قوم پہنی جا رہی ہے۔ اگر ان لوگوں کو اپنی دو بیویوں میں سے ایک ایک کو طلاق دلا کر دوسروں کو دینی پڑتی تو خدا جانے یہ لوگ نبی صلعم کے اس ارشاد کا کیا جواب دیتے۔ اپنے دل میں ہر ایک ولی اور مقرب الٰہی بنا ہوا ہے۔ مگر خدا ادنےٰ ادنےٰ امتحانات میں ڈال ڈال کر ہر ایک کی کمزوری اس پر عیاں کر دیتا ہے۔ اور پھر اس سے خدا ایسا مقابلہ کرتا ہے۔ جسکا وہ مستحق ہوتا ہے۔ دنیا کو اور دوستوں اور دشمنوں کو انسان دہوکہ دیسکتا ہے۔ مگر خدا کی نظر تو اس کے پاتال تک ہے۔ خدا ظالم نہیں ہے لوگ خود ظالم ہیں۔ جو بعض حالتوں میں سخت ابتلاؤں اور دکھوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جب تک ہم تمام بھائیوں کو عملی طور سے اپنا بھائی نہیں سمجھتے اور ان سے برادرانہ برتاؤ نہیں کرتے بلکہ اُسے رذیل اور ذلیل گردان کر ناطہ اور رشتے سے محروم کرتے ہیں تو ہمارا یہ دعوےٰ کہ ہم ایک قوم ہیں ایک خشک دعویٰ جسکی خدا کے ہاں ذرہ قدر اور وقعت نہیں۔ نبی صلعم فرماتے ہیں کہ لوگ مال کیلئے بیاہ کرتے ہیں۔ خوبصورتی کیلئے نکاح کرتے ہیں اور حسب ونسب کا لحاظ کر کے نکاح کرتے ہیں۔ مگر اے مسلمان! تجھپر یہ لازم ہے کہ تو دین کو دنیاوی چیزوں پر مقدم رکھے۔ اور جن باتوں کی موجود نہو نیسے تیرا دین خراب ہو اور تو فتنہ میں پڑے ان کی تلاش کر کہ تیری بہتری اس میں ہے اور ایسے معاملات میں نہایت ضروری امر یہ ہے کہ انسان ایسے تعلقات پیدا کرنیسے پیشتر دعا اور استخارہ سے بہت کام لے۔ بظاہر انسان ایک شخص کو لایق اور قابل سمجھتا ہے۔ اور دوسرے کو ناچیز قرار دیتا ہے لیکن خدا ہی ہے جو ہر چیز کے انجام سے خبردار ہے دعا کیساتھ بہت سی نامعلوم مشکلات اور تکالیف کی پیش بندی ہو سکتی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ اکثر لوگ دعا اور اس کے سچے فلسفے سے بیخبر اور ناآشنا ہیں۔ درحقیقت جن لوگوں نے مشکلات کیوقت دعا کو ناچیز سمجھتے ہیں اور مادی اسباب پر گر جاتے ہیں ان لوگوں نے درحقیقت اسلام کو نہیں پہچانا۔ امرا لوگ اس نعمت سے اکثر بے نصیب رہتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے مال و اسباب اور دنیوی وسایل کو گرد و پیش دیکھ کر خدا اور دعا کی طرف کم التفات کرتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اُن کے حق میں کہا گیا ہے کہ بعض امرا کا بہشت میں داخل ہونا مشکل اور دیر سے ہوگا۔

بالآخر اس بات کا ذکر کرنا بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ ہندوؤں کے سر پر تو ذات پات اور چھوت چھات کا بھوت سوار ہے اور وہ کسی غیر قوم سے آئیوالے کو اپنی لڑکی دینا عیب اور بعزتی سمجھتے ہیں۔ مگر انکی دیکھا دیکھی بعض مسلمان بھی اس عادت اور ریس میں گرفتار ہیں۔ آخر جو لوگ اپنے ماں باپ بھائی بہنوں اور دیگر رشتہ داروں کو چھوڑ کر گویا زندہ درگور کر کے اسلام میں آتے ہیں۔ اُن کے ساتھ ہمدردی اور تالیف قلوب کا کرنا بھی نہایت ضروری ہے۔ جسکا قرآن نے تذکرہ کیا ہے۔ اور ہم لوگ ان کے ماں باپ اور بھائی بہن نہ بنیں اور اُن سے روکھے پیش آئیں اور سردمہری کا برتاؤ کریں۔ تو کیا وہ اپنے قدیمی رشتہ داروں سے ایسے سلوکوں کی اُمید کریں جو تبدیل مذہب کیوجہ سے اُن کے خون کے پیاسے ہو رہے ہوتے ہیں۔ درحقیقت ایسے لوگ نہایت قابل رحم اور زخم رسیدہ ہوتے ہیں۔ جو نو مسلم ہوتے ہیں۔ مگر بعض ایسے سنگدل بھی دیکھنے میں آئے ہیں کہ اُن نوواردوں اور نو مسلموں کی دلجوئی کرنی تو درکنار رہا انسے سختی اور تُندی سے پیش آتے ہیں۔ اور اگر اسکا کچھ مال بھی ہاتھ لگ گیا تو ہڑپ کر جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا کیا بھلا ہو سکتا ہے جو دوسروں کی بھلائی کی فکر میں نہیں بلکہ اپنے نفس اور اغراض کو مقدم کئے بیٹھے ہیں۔ جو کوئی دوسرے کی بھلائی اور خیراندیشی میں ہوتا ہے۔ خدا اس کی بھلائی اور خیراندیشی میں ہوتا ہے"

راقم عبدالرحمٰن مصنف ضرورت زمانہ ۲۷ جنوری سنہ ۱۹۱۱ء

ریویوز

اخبار المُنیر

یہ اخبار پہلے چنیوٹ سے پندرہ روزہ شایع ہوتا تہا۔ مگر اب جھنگ سے ہفتہ وار کی صورت کی میں جاری ہوا ہے۔ مضامین اور لکھائی چھپائی میں اب نسبتاً زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ہم اس ترقی کے لئے پروپرائٹر صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں۔ جھنگ سے ایک مسلم اخبار کا جاری ہونا ضروری تھا۔ جو جھنگ سیال کے شر انگیز اور فتنہ پرداز مضامین کی قلعی کھولتا۔ سالانہ قیمت صرف عہ روپیہ ہے۔ جو نہایت ہی ارزان اور اس کے توسیع اشاعت کیلئے ایک بڑا بھاری ذریعہ ہونی چاہیئے۔ آخر ہم اپنے نئے ہمعصر کے لئے دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالےٰ اسے استقلال دے۔ آمین (منیجر المنیر جھنگ)

بقیہ نوٹ

کیا مسافر آگرہ دھرمپال پر نالش کریگا؟

مسافر آگرہ نے دھرمپال کو دھمکی دی ہے کہ "اگر تم معافی نہیں مانگو گے تو میں تم پر باقاعدہ نالش کرونگا"۔ مگر درحقیقت مسافر آگرہ کی یہ ایک ایسی پولٹیکل چال ہے جسے بغیر واقف کار آدمی کے دوسرا بہت کم سمجھ سکتا ہے مگر تاڑنے والے پہلے ہی تاڑ گئے ہیں۔ اگر دھرم پال نے معافی مانگ لی تو مسافر آگرہ کے پو بارہ ہیں اور اگر دھرمپال نے معافی نہ مانگی تو مسافر آگرہ گھومی ہوئی عبارت میں ایک نوٹ لکھدیگا کہ ہمیں بہت سے بھدر پرشوں کے خط پہنچے ہیں جنھوں نے ہمیں مجبور کیا ہے کہ باہمی خانہ جنگیوں اور مقدمہ بازی سے سماج کو کمزور نہ کیا جاوے اس لئے ہم محض سماج کی خاطر اِس ذلت اور خواری کو قبول کرتے ہوئے اِس مقدمہ سے درگذر کرتے ہیں۔ ہمارا تو تن من دھن سماج کیلئے ارپن ہے۔

KHILAFAT LIBRARY

مفت! مفت!! مفت!!!

سوانح عمری حضرت باوانانک رحمۃ اللہ علیہ | یہ اس ولی اللہ کی سوانحعمری ہے جنہے ایسے دہند وکارہ

میں جبکہ نہ صرف پنجاب بلکہ کل ہندوستان پر بیدینی کے گھٹاٹوپ بادل چھائے ہوئے تھے۔ ہندوؤں کے گھر میں پیدا ہو کر اپنے عقاید باطلہ کا کھنڈن کرکے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

کا نعرہ بلند کیا۔ یہ کتاب قطعی محققانہ اور مورخانہ پیرایہ میں لکھی گئی ہے۔ قیمت صرف ۸ر ایک درجن کے خریدار سے صرف ۱۲ لیجائیگی فی کاپی ۶ر

جو صاحب نور کے دو خریدار پیدا کریں گے انکو ایک کاپی مفت دی جاوے گی

ملنے کا پتہ: مینیجر نور قادیان ضلع گورداسپور

کارخانہ راحت روح عطریات قنوج

یہاں ہر قسم کے عطریات گلاب۔ کیوڑہ۔ موتیا۔ چنبیلی۔ حنا۔ مربانری۔ گل وغیرہ فی تولہ ۸ سے لیکر صد روپیہ تک۔ اور تیل بالوں کا۔ چنبیلی۔ حنا۔ وغیرہ فی سیر ایک روپیہ سے لیکر ۵ روپیہ تک۔ اور عرق گلاب کیوڑہ وغیرہ فی سیر ۸ سے للعہ تک۔ اور ہر قسم کے عطردان اور ہر قسم کی شیشیاں گلقند۔ تمباکو خوردنی خمیرہ خوشبودار وغیرہ لوازمات۔ ازرد بازار نرخ ترمیم ہوتا رہتا ہے۔ جو صاحب طلب فرماویں۔ اجازت دیں یا پیشگی قیمت خصوصاً ریلوے پارسل کیواسطے کچھ نقد ضرور آنا چاہیئے۔

المشتہر کارخانہ راحت روح عطریات قنوج محمد عبداللہ و عطا اللہ احمدی سے مل سکتا ہے۔

سوہن گلا | ایک مذہبی دلچسپ پر لطف ناول ہے۔ جس میں رد تناسخ شائع کی توقیت(?)۔ تناسخ کی خوفناک برائیاں۔ تناسخ کے شرمناک سے شرمناک نتایج کو نہایت اعلےٰ کمال اور دلسوز پیرایہ میں لکھا گیا ہے۔ قیمت ۲ر

ملنے کا پتہ: مینیجر اخبار نور قادیان

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی بدہضمی و بدہضمی کے دست کی دوا

کھانا تحلیل کرنیوالی قوتونکے کم و بیش ہونے سے بدہضمی کی بیماری ہوتی ہے۔ جسکی یہ علامتیں ہوا کرتی ہیں۔ کھانا کھانیکے بعد پیٹ کا بھاری ہونا۔ پیٹ میں ریاح ہونا۔ جی متلانا۔ کبھی ڈکار آنا۔ سینہ کا جلنا۔ منہ میں ٹپنی اتر آنا۔ پیٹ میں میٹھے میٹھے درد ہونا۔ سرہ پھر کا سستی وغیرہ کا ہونا جب تک کھانا ہضم کی تھیلی میں رہتا ہے اور ہضم کا فعل بمشکل ہوتا ہے۔ یہی حالت ہوتی ہے۔ جب یہ غیر ہضم کھانا انتڑیوں میں اتر جاتا ہے۔ تب پیٹ میں گڑگڑاہٹ ہوتی ہے۔ پیٹ چڑھ جاتا ہے۔ اور دست کی حاجت ہوتی ہے۔ دست پتلا پانی سا ہوتا ہے۔ کبھی کبھی کھانیکے بعد ہی دست ہو جاتا ہے۔ دست ہونیسے جسم کمزور ہو جاتا ہے۔

یہ سب حالتیں کبھی زیادہ ہوتی رہتی ہیں۔ اور مہینوں تک چلتی ہیں۔ مریض کا جسم دن بدن لاغر ہوتا جاتا ہے۔ آخر کو لاعلاج ہوتا ہے۔ جسم کی معمولی قوت کم ہو جانا۔ اس مرض کا سبب ہے۔ مندرجہ ذیل حالتوں میں ایسا ہی ہوتا ہے۔

ضعیفی کے عالم خاص بیماری کے بعد ضعف کا ہونا کم کھانا (جیسا کہ روزہ) فاقہ وغیرہ کرتے ہیں۔ منی کا بیفایدہ ضایع ہونے سے نقاہت زیادہ محنت فکر و تردد یا غم و اندوہ اور ان حالات کی خرابیوں میں جو بچہ جننے کیوقت ہوتی ہیں۔ ان باتوں کو غور کرکے ڈاکٹر برمن کے بدہضمی کی دوا بنائی ہے۔ کھانا ہضم کرانے اور بدہضمی کی خرابیوں کو دور کرتی ہے یہ بہت اثر پذیر ہے۔ یہ دوا چھوٹی چھوٹی ٹکیاسی بنائی گئی ہیں پندرہ روز کے استعمال کے لایق ۳۰ ٹکیا۔ ایک شیشی کی قیمت ۱عہ ہے

محصولڈاک ۵ر

المشتہر ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵-۶ تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ

اصلی ممیرا اور ممیرے کا سرمہ و ست سلاجیت

اصلی ممیرا اور ممیرے کا سرمہ کا اعلان عرصہ سے شایع ہو رہا ہے اس اثنا میں بہت سے لوگوں نے فائدہ اوٹھایا ہے۔ یہ سرمہ حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین مدظلہ کے مجوزہ نسخہ کے مطابق طیار کیا گیا ہے یہ اصلی ممیرا جس کو خود حضرت نے دیکھ کر اصلی ممیرا ہونے کی تصدیق کی اس میں ڈالا گیا ہے۔ حضرت نے اس سرمہ کے متعلق خود فرمایا کہ "برائے امراض چشم بسیار مفید است"

اس شہادت کے بعد کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں کیونکہ چار لاکھ افراد کا امام جو طبی حیثیت اور تجربہ سے بھی طبی امام کہلانیکا حقدار ہے اس کے مفید ہونیکی شہادت دیتا ہے۔ یہ سرمہ دہندہ۔ جالا۔ پھولا۔ اور دیگر امراض امراض چشم کے لئے بہت مفید ہے"

قیمت سرمہ قسم اول (پانچ روپیہ) (۵ر)

قیمت سرمہ قسم دوم (تین روپیہ) (۳ر)

ست سلاجیت

مقوی جمیع اعضاء نافع صرع۔ مشتہی طعام۔ قاطع بلغم۔ و ریاح دافع بواسیر اور جذام و استسقا و زردی رنگ۔ و تنگی نفس و شیخوخیت و فساد بلغم۔ و قاتل کرم شکم۔ مفتت سنگ گردہ و مثانہ۔ و سلسل بول۔ و سیلان منی۔ و یبوست و درد مفاصل وغیرہ وغیرہ امراض کے لئے بہت مفید ہے۔ بقدر دانہ نخود صبح کے وقت دودہ کیساتھ استعمال کریں۔

قیمت فی تولہ ۱۲ر

لنگیاں اور کلاہ

ہر قسم کی لنگیاں۔ مشہدی پشاوری۔ اور بادامی۔ سیاہ اور سفید۔ ماشی۔ ریشمی۔ سوتی۔ ٹسری۔ صافے سفید اور بادامی پشاوری ٹوپیاں اور زری کی پشاوری جوتیاں ہر قسم کی اور ہر قیمت کی مل سکتی ہیں۔

المشتہر

احمد نور کابلی مہاجر سوداگر قادیان ضلع گورداسپور

(پنجاب)

۳۰ مارچ سنہ ۱۹۱۱ء سے "نور" میں ایک عجیب اشتہار رفیق حیات شایع ہوگا۔

المشتہر (موحد حکیم بصری) قادیان رفیق حیات

KHILAFAT LIBRARY